بسم الله الرحمن الرحيم

الٰہی نمائندے(۱۰)

حضرت امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہما السلام

تحریر

بنیاد بعثت

ترجمہ: آثار سبز امروز

سرشناسه	:	رحیمی، مهدی، ۱۳۳۷ -
عنوان و نام پدیدآور	:	حضرت امامعلی‌ابن‌موسی‌الرضا علیهماالسلام/[مولف مهدی رحیمی] ؛ مترجم منهال خیرآبادی ، با همکاری اداره آثار سبز امروز .
مشخصات نشر	:	تهران: آثار سبز، ۱۳۹۵ .
مشخصات ظاهری	:	۱۱۶ ص.
فروست	:	الهی نمائندی؛ [ج.] ۱۰ .
شابک	:	978-600-8566-19-9
وضعیت فهرست نویسی	:	فیپا
یادداشت	:	اردو.
موضوع	:	چهارده معصوم -- سرگذشتنامه
موضوع	:	علی‌بن موسی (ع)، امام هشتم، ۱۵۳؟ - ۲۰۳ق. -- سرگذشتنامه
موضوع	:	Ali ibn Musa, Imam VIII -- Biography
موضوع	:	Fourteen Innocents of Shiite -- Biography*
شناسه افزوده	:	حسین خیرآبادی، منهال، ۱۹۶۱ - م.، مترجم
شناسه افزوده	:	موسسه آثار سبز امروز
شناسه افزوده	:	الهی نمائندی ؛ [ج.] ۱۰.
رده بندی کنگره	:	۱۳۹۵BP۳۶ ج.۱۰ ۴ ۶۳۸الف/
رده بندی دیویی	:	۹۵/۲۹۷
شماره کتابشناسی ملی	:	۴۴۱۱۵۶۴

مشخصات

کتاب کانام　　الٰہی نمائندے(۱۰) حضرت امام علی ابن موسی الرضا علیہ السلام

تحریر　　بعثت فاؤنڈیشن

ترجمہ　　ادارہ آثار سبز امروز

نظر ثانی　　سید نذر امام نقوی

کمپوزنگ　　منہال حسین خیر آبادی

ناشر　　آثار سبز پبلیکیشن

تعداد　　ایک ہزار

تاریخ اشاعت　　۲۰۱۶ پہلا ادیشن

پرایس　　ہدیہ

شابک　　۹۷۸-۶۰۰-۸۵۶۶-۱۹-۹

فہرست کتاب

فہرست کتاب ۶

مقدمہ ۸

ولادت ۱۵

امامؑ کا اخلاق و کردار ۲۱

امام اور زمانے کے حکمراں ۷۰

امام رضاؑ کی ولایت عہدی ۷۵

علم امامؑ ۹۹

امام رضاؑ کی شہادت ۱۰۴

امام رضاؑ کی نورانی باتیں ۱۰۹

مقدمہ

خورشید امامت اپنی ہر منزل اور برج میں ایک نئی شان اور عظمت کا مالک ہے یہ خورشید جس افق سے بھی نمودار ہو ہر حال میں سورج ہے، اس کی شعاعیں آنکھوں کو چکاچوند کر دیتی ہیں اور اس کی حرارت و تابانی حیات و زندگی کی نشانی ہے، بیابانوں کے خطرناک پودے اور گلستانوں کے کشیدہ درخت سبھی اس کے محتاج ہیں، ہماری دنیا کی حیات اور بقا اس خورشید کے وجود سے وابستہ ہے۔

بالکل اسی طرح حضرات معصومین علیہم السلام خورشید فروزاں کی طرح اسلام کی حیات اور مسلمانوں کی بقا کے ضامن ہیں، انہوں نے اپنے دور کے حالات و شرائط، ضروریات اور تقاضوں کے پیش نظر اظہار وجود فرماتے، اپنی صلاحیتوں اور لیاقتوں کے بروئے کار لاتے اور اپنے چاہنے والوں کی تعلیم و تربیت کا بیڑا اٹھاتے، ہر معصومؑ اپنے دور کے حالات و شرائط کے پیش نظر دنیا والوں کے سامنے اپنی منفرد اور یگانہ شخصیت کو متعارف کراتے، بعض ائمہ معصومین علیہم السلام نے جنگ کے میدان میں اپنی جہادی شخصیت کا تعارف کروایا اور اپنے پیغام کو خون کے رنگ میں دنیا والوں کے سامنے پیش کیا، بعض نے درس و بحث اور علمی محافل و نشست کو آباد کرنے کے ذریعہ اپنے علوم و معارف کو عام کیا، بعض ائمہ معصومین علیہم السلام نے وقت کے ظالموں اور جابروں کے قید خانے میں آزار و اذیت کی صعوبتیں برداشت کرنے، انسانیت اور خدا کے دشمنوں سے مقابلہ اور ان کی شیطانی سازشوں کو ناکام بنانے کے

ذریعہ اپنا پیغام عام کیا، بہر حال جہاں بھی رہے اور جس حال میں بھی رہے آفتاب و مہتاب بن کر رہے، مسلمانوں کی تعلیم و تربیت اور انہیں خواب غفلت سے بیدار کرتے رہے، اگر حالات و شرائط کی وجہ سے کردار میں انفرادیت اور پروگراموں میں فرق دکھائی دیتا ہے تو جو صاحبان بصیرت اور عقل و خرد کے مالک ہیں، ان کے لئے اس کا راز بخوبی آشکار ہے کہ انہوں نے جو کچھ بھی کیا اور جو پینترا بھی بدلا وہ صرف اور صرف ایک ہدف کے لئے تھا، وہ ہدف خدا کی مقدس ذات، اس کا راستہ، اس کے دین اور کتاب کی تبلیغ اور اس کے بندوں کی تعلیم و تربیت کے لئے تھا۔

حضرات معصومین علیہم السلام مقام عصمت و امامت پر فائز ہونے اور مقام امامت کے جملہ ملزومات جیسے علم و حکمت سے بہرہ مند ہونے کے ساتھ ساتھ خداوند عالم کی مخصوص مدد کی وجہ سے اپنے زمانے اور وقت کی ضروریات اور حالات و شرائط سے ہر ایک سے زیادہ آگاہ اور باخبر تھے، کسی بھی دور اور زمانے میں امت کی رہبری کے فن اور اصول و قوانین کو ہر ایک سے زیادہ جانتے تھے، یہ وہ حقیقت ہے جس سے وہ تمام لوگ باخبر ہیں جو حقیقی اسلام اور صراط مستقیم پر ایمان رکھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ اس امت کی رہبری اور امامت کی تعیین خدا کی جانب سے پیغمبر مرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں غدیر خم کے میدان میں انجام پائی ہے، ان کے لئے بلکہ ہر منصف مزاج انسان کے لئے یہ حقیقت واضح و روشن ہے، جب ہم حضرات معصومین علیہم السلام کی بابرکت اور نورانی حیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں جابجا الٰہی علوم و معارف اور علم و حکمت کے روشن چراغ اور نمونے مشاہدہ ہوتے ہیں اور ان کی پوری زندگی عبرت آموز داستانوں اور حکایتوں سے بھری ہوئی نظر آتی ہے۔

ہمارے ائمہ معصومین علیہم السلام کے اپنے زمانے کا پورا علم تھا، انہیں اس کائنات کی ہر شے کا علم تھا بلکہ قیامت تک جو کچھ اس ہستی میں ہونے والا ہے، ان سب سے بخوبی واقف تھے اسی بناپر الٰہی مقاصد و اہداف کو کامیاب بنانے کی راہ میں ہر دور کے مسائل اور مشکلات کو حل کرنے اور ان سے مقابلہ کرنے میں پوری حکمت کا مظاہرہ کرتے اور سب سے بہترین راستہ اختیار کرتے۔

اس مطلب کو زیادہ واضح کرنے کے لئے حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہما السلام کی نورانی زندگی کے ایک گوشہ کو بطور مثال پیش کرتے ہیں؛ امام علیہ السلام کے والد بزرگوار کی شہادت کے بعد خونخوار عباسی خلیفہ ہارون رشید کے ظلم و ستم سے بھری ہوئی حکومت میں کھلم کھلا دنیا والوں کے سامنے اپنی امامت کا تعارف کروایا اور کھل کر اس کی تبلیغ کی یہاں تک کہ آپؑ کے خاص اصحاب کو آپؑ کی جان سے متعلق خوف لاحق ہو گیا اور جب کوئی اپنی تشویش کا اظہار کرتا تو امام علیہ السلام فرماتے: اگر ابو جہل پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اقدس سے ایک بال بیکا کرنے کی طاقت رکھتا تو یہ ہارون بھی میرا بال بیکا کر سکتا ہے۔

مولا کے اس جملہ سے بخوبی معلوم ہو رہا ہے کہ آپؑ کی شہادت ہارون کے ہاتھوں مقدر نہیں تھی اور وہ ہرگز آپؑ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا اور آپ اس کے بعد کافی سالوں تک عمر بسر کریں گے، یہی وہ معرفت اور صحیح و دقیق خبر بہترین روش عمل کو انتخاب کرنے اور اسے بخوبی انجام دینے کا باعث تھی۔

آٹھویں امامؑ، مومنین اور نیک لوگوں کے رہنما حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہما السلام ایک ایسے دور میں زندگی بسر کر رہے تھے جس میں عباسیوں کی ظالمانہ اور

جابرانہ حکومت اور قدرت بام عروج پر تھی اس لئے کہ عباسی بادشاہوں کے درمیان ہارون اور مامون جیسے چالاک اور قدرتمند حکمراں تاریخ نے نہیں دیکھے اور امام علیہ السلام نے ان دونوں کا دور اپنی حیات میں دیکھا، اس کے علاوہ ائمہ معصومین علیہم السلام سے متعلق عباسیوں کی خطرناک سازشیں مخصوصا امام رضا علیہ السلام کے بعد بقیہ اماموں کے ساتھ مکروفریب اور دھوکہ پر استوار تھی، وہ حقیقت میں خاندان عصمت وطہارت اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے خون کے پیاسے تھے لیکن علویوں، شیعوں، ایرانیوں اور اہلبیت علیہم السلام کے چاہنے والوں کی بغاوت کے خوف سے ہمیشہ لوگوں کے سامنے اہلبیت علیہم السلام سے اپنی ارادت اور محبت کا اظہار کرتے اور دنیا والوں کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ وہ امیر المومنین حضرت علیؑ اور ان کی اولاد امجاد علیہم السلام سے بہت محبت کرتے ہیں اور انہیں دل سے چاہتے ہیں تاکہ اس طرح ان کی حکومت کو شرعی اور قانونی حیثیت حاصل ہوجائے، عباسیوں کی یہ سیاست مامون کے زمانے میں اپنے اوج پر تھی اور اس نے حکومت کی بنیاد جھوٹ، فساد، دھوکہ اور مکروفریب پر رکھی تھی۔

امام رضا علیہ السلام مامون کی مکارانہ اور فریبی سیاست کے مقابلے میں ایسی حکمت اپنائی کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے، مامون اپنی سازش میں کامیاب نہ ہونے پائے اور اسلامی سرزمین اور مسلمان زیادہ سے زیادہ حق سے نزدیک ہوسکیں اور لوگوں کو اس بات کا یقین ہوجائے کہ خدا کی خلافت کے واقعی حقدار خود اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے حضرات معصومین علیہم السلام ہیں اور ان کے علاوہ کوئی بھی اس مقام اور الٰہی منصب کی اہلیت نہیں رکھتا۔

جیسا کہ ہم نے دیگر ائمہ معصومین علیہم السلام کی زندگانی کو بیان کیا اگر ان کی نورانی حیات کے گوشے گوشے کا صحیح مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ عباسی اور اموی خلفاء ہمارے ائمہ معصومین علیہم السلام پر کڑی نگرانی رکھتے اور انہیں لوگوں سے دور رکھنے اور لوگوں کو ان سے دور کرنے میں بھرپور کوشش کی، حضرات معصومین علیہم السلام کی الٰہی شخصیت کو دبانے، گمنام بنانے اور لوگوں کو ان سے بے خبر رکھنے میں ہرگز کوتاہی نہیں کی اسی وجہ سے جب بھی حضرات معصومین علیہم السلام سیاسی حالات اور شرائط کی بنا پر مسلمانوں کے درمیان محبوبیت حاصل کرتے اور مشہور ہوتے تو فوراً خلیفہ وقت کے ہاتھوں شہید کردیئے جاتے۔

اگرچہ حضرت رضا علیہ السلام کے لئے مامون کی ولی عہدی کو قبول کرنا بہت سخت اور دشوار کن مرحلہ تھا جس کی وجہ سے آپ نے اس کے خطرناک نتائج اور انجام سے محفوظ رہنے کے لئے ولی عہدی کو قبول کرنے کی شرطیں بیان کیں جن سے ولی عہدی کے امورات سے آپؑ کی لاتعلّقی کا پتہ چلتا ہے اور جب آپ اسلامی سرزمین کے گوشہ و کنار اور تمام اسلامی شہروں میں مشہور ہوئے اور مامون نے یہ اقرار بھی کرلیا کہ آپ کی شخصیت حقیقت میں خلافت کی حقدار ہے تو اس کے بعد اس نے امام علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ ولی عہد کو قبول کرلیں لیکن آپؑ نے اس کی درخواست کو ٹھکرادیا اور جب اس نے حد سے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے اس کی ولی عہدی کو قبول کرنے کے لئے اپنی شرطیں بیان کیں، یہ وہ شرطیں تھیں جو امام علیہ السلام کی کامیابی اور مامون کی شکست فاش کی خبر دیتی تھیں کہ وہ ہرگز اپنے منحوس ارادے میں کامیاب نہ ہوسکا۔

امام رضا علیہ السلام کا مامون کی ولی عہدہ کے جھانسے میں مبتلا ہونا کس قدر امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کا خلیفہ دوم عمر کی شوریٰ میں مبتلا میں ہونے سے مشابہ ہے، اگر ان دونوں واقعات کا ایک دوسرے سے موازنہ کیا جائے تو بہت سے عبرت آموز نکات ظاہر ہوں گے بلکہ امام رضا علیہ السلام نے خود ان دونوں واقعات کے درمیان وجہ تشابہ اور یکسانیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

جب خلیفہ دوم عمر کی آخری سانسیں چلنے لگیں تو حکم دیا کہ عثمان، طلحہ، زبیر، عبد الرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام پر مشتمل ایک شوریٰ بنائی جائے اور یہ لوگ جمع ہو کر اپنے درمیان سے کسی ایک کو مسلمانوں کا خلیفہ منتخب کرلیں اور جو بھی مخالفت کرے اسے قتل کردیں، یہ سازش اس طرح رچی گئی تھی کہ کسی بھی حال میں خلافت امام علی علیہ السلام کے ہاتھوں میں نہیں پہنچ سکتی تھی اور اگر آپؑ مخالفت کرتے ہیں اس بنا پر کہ خلافت کا حق صرف اور صرف آپ کا ہے تو ایسی صورت آپؑ کے قتل کو قانونی حیثیت دے دی جائے تاکہ کوئی اعتراض نہ کرسکے۔

بعض اصحاب نے جب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے سوال کیا: جب آپؑ کو یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ وہ لوگ ہرگز خلافت کی باگ ڈور آپؑ کے ہاتھوں میں سپرد نہیں کرنے والے تو پھر کیوں آپؑ اس شوریٰ میں شرکت کرنا چاہتے ہیں؟

فرمایا: عمر نے پیغمبر اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ایک حدیث اپنی طرف سے گڑھی اور اسے آنحضرت کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہا: نبوت اور امامت

ایک گھر میں جمع نہیں ہو سکتے، ان لوگوں نے اس من گڑھت حدیث کے ذریعہ اپنے گمان باطل میں مجھے خلافت سے دور کر دیا ہے اور پھر مجھے دعوت دی ہے کہ میں اس شوریٰ میں شرکت کروں اور اس طرح مجھے خلافت کا حقدار بتانے کی کوشش کی ہے، لہٰذا میں اسی لئے میں اس شوریٰ میں شرکت کرنا چاہتا ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ عمر کی من گڑھت حدیث خود ان کے اس اقدام سے ہم آہنگ نہیں ہے۔

امام رضا علیہ السلام کی ولی عہدی کا ایک نتیجہ یہ بھی تھا کہ تمام مسلمانوں کو بخوبی اس بات کا علم ہو گیا کہ خلافت کے واقعی حقدار کون ہیں اور مامون نے خود بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا، اس دور کے مسلمان جو میڈیا جیسے ذرائع سے محروم تھے اور بہت سی حقیقتوں سے نابلد ہوا کرتے تھے انہوں نے دربار میں خود اپنے کانوں سے اس حقیقت کو مامون کی زبانی سنا اور حقیقت سے واقف ہوئے۔

امام رضا علیہ السلام کے اس آخری سفر کی برکتیں بے شمار ہیں اور بہت سے فائدے اور اثرات نصیب ہوئے، اس حقیقت کو نیشاپور میں شیعوں کے مجمع اور شہر مرو میں نماز عید کے دوران مسلمانوں کی جوق در جوق شرکت سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے، عقلمندوں کے لئے بس اتنا ہی اشارہ کافی ہے۔

بہر حال تمام ائمہ معصومین علیہم السلام کی زندگی کے مختلف گوشوں کا مطالعہ کرنا چاہئے اور وقت و حالات کے پیش نظر منفرد شخصیت کو مورد مطالعہ قرار دینا چاہئے اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کے اعمال اور زندگانی جو وحی کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں، بادشاہوں، جباروں اور ستمگروں کی زندگی کے معیار سے پرکھا نہیں جا سکتا اسی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشینوں کی حیات اور زندگانی کو عام لوگوں کی زندگانی کے

معیار سے ہر گز نہیں پرکھا جاسکتا اس لئے کہ جس طرح انبیاء علیہم السلام خدا سے رابطے میں ہوتے ہیں اسی طرح یہ نورانی ہستیاں بھی اپنے پروردگار سے خاص رابطہ رکھتی ہیں اور انہیں خدا کی بارگاہ میں منفرد تقرب حاصل ہے جو ایک عام انسان کو ہر گز نہیں ہو سکتے۔

ولادت

امام رضا علیہ السلام کی ولادت با سعادت گیارہ ذیقعدہ ۱۴۸ھ ق مدینہ منورہ کی سرزمین پر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بیت الشرف میں ہوئی[۱] جو اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علم وایمان کا درخشان ستارہ اور مسند امامت پر جلوہ افروز ہوا اور اس میں چار چاند لگائے، چونکہ اس کا نام قیامت تک افتخار آفرینی کرتا رہے اور رہتی دنیا تک ایمان اور علم کے شیدائی یاد کرتے رہیں گے لہٰذا اس کا نام اس کے جد کے نام پر علی رکھ دیا گیا اور بابرکت عمر نے اسے "رضا" کے نام سے مشہور کر دیا اور "ابوالحسن" جیسی بابرکت اور یادگاری کنیت سے زبانزد ہوئے۔

آپ کی مہربان اور بے مثال ماں کا نام "نجمہ" تھا[۲] جو اپنے دور کی نہایت باایمان، پرہیزگار اور ذہین خاتون تھیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے سارے ائمہ معصومین علیہم السلام زمانے کے سب سے برتر وافضل ماں باپ سے پیدا ہوئے اور تاریخ کی سب سے پاکدامن، پرہیزگار اور متقی ماں کی آغوش میں پروان چڑھے۔

---

[۱]۔ شیخ کلینی، اصول کافی، ج۱، ص ۴۸۶

[۲]۔ شیخ طبرسی، اعلام الوریٰ، ص ۳۰۲

شیراز میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ایک بیٹے احمد بن موسیٰ جنہیں شاہ چراغ کے نام سے جانا جاتا ہے وہ امام رضا علیہ السلام کے بھائی ہیں، آپ کی مزار اہل بیت علیہم السلام کے چاہنے والوں کی زیارتگاہ ہے اسی طرح قم کی شہزادی حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا بھی آپؑ کی بہن ہیں جو اپنے بھائی کی زیارت کی غرض سے مدینہ سے روانہ ہوئیں اور قم پہنچ کر شدید بیمار ہوئیں اور اسی بیماری اور علالت کے عالم میں دار فانی سے کوچ کر گئیں اور آپ کو قم کی مبارک سرزمین پر دفن کر دیا گیا جو اس وقت عالم کے مسلمانوں کی زیارتگاہ بلکہ آپ کا روضہ ہر اہلبیت کے چاہنے والے کی مراد ہے جسے نزدیک سے زیارت کرنا چاہتا ہے۔

امام رضا علیہ السلام کے سب سے مشہور بیٹے محمد بن علی ہیں جنہیں جواد کے لقب سے جاناتا ہے اور تقی آپ کا خوبصورت لقب ہے، والد ماجد کی شہادت کے بعد مسند خلافت کے حقدار بنے اور مسلمانوں کی امامت و رہبری کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لی۔

امام رضا علیہ السلام ۱۸۳ھ ق میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ظالم و جابر ہارون کے قید خانہ میں زہر دغا سے شہید ہونے کے آٹھویں امام ۳۵ سال کی عمر میں منصب امامت پر فائز ہوئے۔

آٹھویں امامؑ کی امامت کی خبر دیگر ائمہ معصومین علیہم السلام کی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پھر آپؑ کے والد بزرگوار امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے خبر دی تھی، خالق کائنات جو اپنے بندوں کی مصلحتوں، اچھائیوں اور برائیوں سے متعلق زیادہ باخبر ہے، ان کی ہر ایک سے زیادہ مہربان اور دانا و توانا ہے اسے اپنے بندوں کی تعلیم و

تربیت کے طور طریقے بہتر معلوم ہیں اور خوب جانتا ہے کہ اپنے بندوں کی ہدایت اور تعلیم و تربیت کے لئے کیونکر ہر دور کے برتر اور سب سے دانا و توانا انسان کا انتخاب کرے تاکہ وہ لوگوں کے درمیان پہنچ کر بندگان خدا کی ہدایت اور انہیں خدا کے راستے پر گامزن کرنے کا بیڑا اٹھا سکیں، اسی لئے امام کاظم علیہ السلام نے ہارون کے قید خانے میں قید ہونے اور اپنی شہادت سے پہلے آٹھویں امام اور زمین پر خدا کی حجت کی معرفت دلائی تاکہ خدا کے بندے اور حق و حقیقت کے شیدائی گمراہی کی ظلمتوں میں گرفتار نہ ہو کوں اور آپؑ کے بعد گمراہی کا شکار نہ ہونے پائیں۔

مخزومی کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام مجھے اپنے چند خاص اصحاب کے ساتھ اپنے پاس بلایا اور فرمایا: کیا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ میں نے کیوں اس وقت میں نے آپ لوگوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا ہے؟

ہم نے کہا: نہیں، ہمیں نہیں معلوم ہے۔

فرمایا: میں نے اس لئے آپ لوگوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا ہے تاکہ گواہ رہیں کہ میرے بعد یہ میرا بیٹا۔ امام رضا علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ میرے بعد یہ آپ لوگوں کا امام ہوگا اور میرا جانشین بنے گا۔[1]

یزید بن سلیط کہتے ہیں: میں چند اصحاب کے ساتھ عمرہ کی غرض سے مکہ کی طرف روان ہوا، سفر کے دوران ہماری ملاقات ساتویں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے

۱۔ سابق حوالہ، ص ۲۰۴

ہوئی، ہم نے آپؑ کے وجود نازنین کو دیکھ کر عرض کیا: آپ کیا اس جگہ کو پہنچانتے ہیں ؟

فرمایا: ہاں ! کیا آپ لوگ بھی اس جگہ سے واقف ہیں ؟

میں نے عرض کیا: ہاں ! میں نے اسی مقام پر اپنے والد ماجد کے ساتھ آپ سے اور آپ کے والد بزرگوار امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات کی تھی ، اس وقت آپ کے سبھی بھائی آپؑ کے ساتھ تھے، میرے والد نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ سبھی لوگ حقیقت میں ہمارے سچے اور پاکیزہ امام اور پیشوا ہیں، کسی بھی انسان کو موت سے نجات نہیں ہے مجھے کسی ایسی بات کی تعلیم دیں جسے میں لوگوں کو بتاسکوں تاکہ وہ گمراہ نہ ہوسکیں۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے ابو عمارہ! یہ سب میری اولاد ہیں لیکن ان سب کا سید و سردار میرا یہ بیٹا ہے اور پھر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمایا، اس میں فہم و شعور، سخاوت اور فیصلہ کرنے کی طاقت ہے اور لوگوں کو علم و معرفت میں سے جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ سب اس کے پاس ہے، دینی اور دنیوی مسائل میں لوگوں کو جو جو اختلاف ہوتا ہے، یہ ان سب سے بہتر باخبر ہے، اس کا اخلاق و کردار نیک و پسندیدہ ہے اور جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔

اس کے بعد میں نے امام کاظم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہوں ! آپ بھی اپنے آباء و اجداد کی طرح مجھے اپنے بعد امام اور پیشوا سے باخبر فرمائیں۔

امام علیہ السلام امامت کے سلسلہ میں وضاحت پیش کرنے کے بعد کہ یہ عہدہ الٰہی ہے، خدااوراس کے رسول گرامی کی جانب سے عطا ہوتا ہے، فرمایا: میرے بعد امامت کا عہدہ میرے بیٹے علیؑ کو ملے گا جو پہلے امام حضرت علی ابن ابی طالب اور چوتھے امام حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام کا ہمنام ہوگا۔

اس دور میں اسلامی سماج پر ہر طرف موت کا سایہ منڈلا رہا تھا اور چین کی سانس لینا دوبھر تھا اسی لئے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے کلام کے اختتام پر یزید بن سلیط سے فرمایا: اے یزید! اس وقت میں نے جس حقیقت سے باخبر کیا ہے وہ آپ کے پاس امانت کے طور پر محفوظ رہے اور ہرگز اسے فاش نہ کرنا مگر صرف ان لوگوں کے لئے جن کی سچائی اور دیانت کا یقین ہو۔

یزید بن سلیط کہتے ہیں: حضرت موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام کی شہادت کے بعد آٹھویں امام حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا، میرے کچھ کہنے سے پہلے فرمایا: اے یزید! کیا عمرہ کے لئے مکہ کا سفر کرنا چاہتے ہو؟

میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہوں! میرا اختیار آپ کے ہاتھ میں ہے لیکن اس سفر کے مخارج میرے پاس نہیں ہیں۔

فرمایا: میں تمہارے اس سفر کا پورا خرچ دوں گا۔

میں امام علیہ السلام کی معیت میں عمرہ کے لئے مکہ معظّمہ کی جانب روانہ ہوا ، راستے میں اسی مقام پر پہنچے جہاں میں نے اس سے پہلے امام صادق اور امام موسیٰ

کاظم علیہما السلام سے ملاقات کی تھی، میں نے وہاں امام علیہ السلام کی خدمت میں چھٹے اور ساتویں امام علیہما السلام سے ملاقات کا پورا واقعہ بیان کیا۔[1]

[1] ۔ سابق حوالہ، ص۳۰۵

امامؑ کا اخلاق و کردار

ہمارے طیب وطاہر ائمہ معصومین علیہم السلام لوگوں کے درمیان اوران کے شانہ بہ شانہ زندگی بسر کیا کرتے تھے اور پھر انہیں زندگی کا درس دیا کرتے، عفت و طہارت اور فضل و کمال سے آشنا کرتے، انہوں نے اپنی پوری زندگی لوگوں کے لئے اسوہ اور آئیڈیل بنادی تھی، یہ نورانی ہستیاں خدا کے منتخب بندے ہونے اور زمین پر اس کی حجت ہونے کے باوجود انسانوں کے سماج میں ہر گز اپنے آپ کو الگ تھلک نہیں سمجھتیں بلکہ خود کو انہیں کا ایک حصہ سمجھتیں، ہر گز جباروں اور ستمگروں کی طرح لوگوں کے ساتھ غلاموں کا جیسا برتاؤ نہیں کرتیں اور کبھی بھی ان کی ذلت ورسوائی کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا کرتی تھیں۔

انہوں نے کہیں بھی اپنی زندگی میں لوگوں کے ساتھ برتاؤ کے اصول و قوانین اور انسانی سماج کے فرد فرد کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا کوئی بھی پہلو فراموش نہیں کیا اسی بنا پر ان کا ہر قول و فعل ہر انسان کے عمل اور قول و فعل کی میزان اور کسوٹی ہوا کرتا تھا۔

ابراہیم بن عباس کہتے ہیں: میں نے ہر گز امام رضا علیہ السلام کو گفتگو کے دوران جفا کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور ہر گز کسی کی بات کو تمام ہونے سے پہلے نہیں

کاٹا اور ہرگز کسی محتاج اور ضرورتمند کو جس کی ضرورت کو پورا کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اپنے دروازے سے خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹایا، دوسروں کے سامنے ہرگز اپنے پیروں کو نہیں پھیلاتے تھے، اپنے غلاموں اور خدمتگزاروں کی بدگوئی کرتے ہوئے کبھی بھی نہیں دیکھا، آپ کی ہنسی ہمیشہ مسکراہٹ بھری ہوتی تھی اور کبھی کبھی قہقہہ نہیں لگاتے اور جب بھی دستر خوان بچھایا جاتا تو گھر کے تمام افراد، اعزا و اقربا، محافظ و غلام غرضکہ سبھی کو دستر خوان پر جمع کرتے اور پھر غذا تناول فرماتے، راتوں میں کم سوتے اور زیادہ تر عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے، بہت سی راتیں صبح تک بیداری میں کاٹیں اور پوری پوری رات عبادت اور اپنے پروردگار سے راز و نیا کرتے، بہت روزہ رکھتے اور ہرگز مہینہ کے تین روزے ترک نہ ہوتے۔[1] پوشیدہ طور پر نیک امور اور بے شمار خیرات کرتے اور رات کی تاریکیوں میں محتاجوں اور ضرورتمندوں کے گھروں پر تشریف لے جاتے اور خود ہی ان لوگوں کی مدد کرتے۔[1]

● ● ●

محمد بن ابی عباد کہتے ہیں: حضرت علی رضا علیہ السلام کا گرمی میں فرش چٹائی اور ٹھنڈک میں پلاسی ہوا کرتا تھا، گھر میں زیب تن کرنے والے کپڑے کھردرے اور موٹے ہوا کرتے تھے لیکن جب عام محفل میں شرکت کرنے یا کسی کام سے باہر

---

[1]۔ اس سے مراد ہر مہینے کی پہلی اور آخری جمعرات اور وسط کے بدھ کا روزہ مراد ہے کہ جس کے متعلق ائمہ معصومین علیہم السلان نے فرمایا: جو شخص ماہ رمضان کے روزوں کے علاوہ ہر مہینے کے مذکورہ تین دنوں کے روزے رکھے وہ گویا ایسا ہوگا کہ اس نے پورے سال کے روزے رکھے ہیں۔

جانے کا ارادہ فرماتے تو (لوگوں کی طرح لباس زیب تن فرماتے) اور اپنے آپ کو سجاتے سنوارتے۔[۱]

ایک شب امام علیہ السلام کی خدمت میں ایک مہمان پہنچا، اثنائے گفتگو اچانک چراغ خاموش ہوگیا، مہمان نے چاہا کہ چراغ کو روشن کردے تو امام علیہ السلام نے اسے اس کام سے منع فرمایا اور خود چراغ کو روشن کرنے کے لئے آگے بڑھے اور فرمایا: ہم وہ لوگ ہیں جو اپنے مہمان سے ہرگز کوئی کام نہیں لیتے اور انہیں زحمت نہیں دیتے۔[۲]

● ● ●

ایک مرتبہ امام رضا علیہ السلام عمومی حمام تشریف لے گئے، وہاں ایک شخص جو امام علیہ السلام کی شخصیت سے واقف نہ تھا، آپؑ سے درخواست کی کہ اس کی پشت کی مالش کردیں، امام علیہ السلام نے اس کی درخواست قبول کرلی اور اس کی پشت کی مالش میں مصروف ہوگئے، جب امام علیہ السلام کے چاہنے والوں نے اس حال میں آپؑ کو مشاہدہ کیا تو اس شخص کو امام علیہ السلام کی شخصیت سے واقف کیا، جب اسے امام علیہ السلام کی شخصیت کا علم ہوا تو وہ بہت پشیمان ہوا اور منت و سماجت کرتے ہوئے معافی مانگنے لگا لیکن امام علیہ السلام اس کی شرمندگی اور عذرخواہی کی پرواہ کئے بغیر اس

۱۔ سابق حوالہ، ص ۳۱۵

۲۔ شیخ کلینی، اصول کافی، ج۶، ص ۲۸۳

کی پشت کی مالش کرتے رہے اور اسے سمجھاتے رہے کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔[۱]

ایک شخص نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا: خدا کی قسم! اس زمین پر کوئی بھی شخص آپؑ کے آباء و اجداد اور آپؑ کے مقام و منزلت اور شرافت کی برابری نہیں کر سکتا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تقوا اور پرہیزگاری نے انہیں کرامت و شرافت بخشی تھی اور خدا کی اطاعت و فرمانبرداری نے انہیں ایسا عظیم المرتبت بنادیا تھا۔[۲]

شہر بلخ کا ایک باشندہ بیان کرتا ہے: میں امام رضا علیہ السلام کے ہمراہ خراسان کے سفر میں تھا، ایک روز جب دستر خوان بچھایا گیا تو آپؑ نے غذا تناول کرنے سے پہلے تمام خدمتگذاروں، دربانوں اور غلاموں کو دستر خوان پر بیٹھنے کا حکم دیا یہاں تک کہ حبشی غلاموں کو بھی دستر خوان پر بیٹھنے کی دعوت دی۔

میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میری جان آپ پر قربان ہو، کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ ان لوگوں کے لئے جداگانہ دستر خوان بچھایا جائے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خاموش ہو جاؤ، ہم سب کا پالنے والا ایک ہی ہے اور ہم سب کے ماں باپ ایک ہی ہیں اور جزا و سزا بھی اعمال پر منحصر ہے۔[۳]

● ● ●

۱۔ ابن شہر آشوب، مناقب، ج ۴، ص ۳۶۲

۲۔ شیخ صدوقؒ، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۷۴

۳۔ شیخ کلینی، اصول کافی، ج ۶، ص ۲۹۸

امام رضا علیہ السلام کے ایک خادم یاسر بیان کرتے ہیں: امام علیہ السلام نے ہم سب کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ جب بھی میں تمہیں طلب کروں اور تمہیں پکاروں یا اس حال میں تمہارے پاس آجاؤں تو اگر دستر خوان پر بیٹھے غذا تناول کرنے میں مشغول رہو تو ہرگز کھڑے نہ ہونا یہاں تک کہ تمہاری غذا ختم ہو جائے۔

اسی لئے بہت بار ایسا اتفاق ہوا کہ امام علیہ السلام ہمیں آواز دیتے اور ہم لوگ بغیر کسی خوف کے پیغام دے دیتے کہ ابھی کھانا کھانے میں مشغول ہیں اور یہ سن کر آپ بھی فرماتے: ٹھیک ہے، انہیں کھانا کھالینے دو۔[1]

ایک ناشناس شخص امام علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور سلام کرنے کے بعد عرض کرنے لگا: میں آپؑ کا اور آپؑ کے آباء واجداد کا محب اور چاہنے والا ہوں، حج کے لئے مکہ معظّمہ گیا ہوا تھا، اس وقت میرے پاس خرچ کرنے کے لئے کوئی پیسہ نہیں ہے، اگر ممکن ہو تو مجھے وطن لوٹنے تک کا پورا خرچ عنایت فرمادیں، جیسے ہی اپنے وطن پہنچوں گا وہاں آپؑ کی عطا کی ہوئی رقم کے برابر آپؑ کی طرف سے صدقہ دے دوں گا، اس لئے کہ میں اپنے شہر میں فقیر اور محتاج نہیں ہوں بس اس سفر میں یہ ضرورت پیش آگئی ہے۔

یہ سن کر امام علیہ السلام کھڑے ہوئے اور ایک کمرے میں تشریف لے گئے اور اپنے ساتھ دوسو دینار لائے لیکن دروازے کے پیچھے سے اپنا دست مبارک

۱

بڑھایا اور اس ناشناس شخص کو دیتے ہوئے فرمایا: یہ دینار لے لو اور اپنے سفر میں خرچ کرو اور میری طرف سے اسے صدقہ دینے کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔

وہ شخص بڑھا اور دست مبارک سے دینار لے لئے اور واپس چلا گیا، جب وہ چلا گیا تو امام علیہ السلام باہر تشریف لائے، جب اصحاب نے عطا کا یہ انداز دیکھا تو سوال کیا: کیوں آپؑ نے اس انداز میں وہ دینار عطا کئے کہ وہ آپؑ کو دیکھ نہ پائے۔

فرمایا: میں نہیں چاہتا تھا کہ اس کے چہرے پر شرمندگی اور سوال کرنے والوں کی پشیمانی کو ملاحظہ کروں۔[1]

● ● ●

ہمارے تمام ائمہ معصومین علیہم السلام اپنے چاہنے والوں اور شیعوں کی تعلیم و تربیت کے لئے صرف بیان صادر نہیں کرتے بلکہ اعمال و کردار کو زیادہ اہمیت دیتے اور اپنے چاہنے والوں کی ہر حرکت اور عمل کو مورد توجہ قرار دیتے تاکہ کسی بھی طرح وہ راہ مستقیم سے بھٹکنے نہ پائیں اور زندگی کی شاہراہ پر بے راہے کے مسافر نہ بنیں، جہاں وہ اس توجہ کے ذریعہ خود بھی محفوظ رہیں وہیں دوسروں کو بھی محفوظ رکھیں اور کسی کو بھٹکنے نہ دیں۔

امام رضا علیہ السلام کے ایک صحابی سلیمان جعفر بیان کرتے ہیں: میں کسی کام سے امام علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب تھا، جب وہ کام ہو گیا تو میں نے رخصت کی اجازت مانگی، امام علیہ السلام نے فرمایا: آج کی رات ہمارے پاس ہی رہو۔

---

[1] مناقب، ج۴، ص۳۶۰

میں امام علیہ السلام کے ہمراہ آپؑ کے بیت الشرف آیا، غروب کا وقت تھا، امام علیہ السلام کے خدمتگذار گھر کی تعمیرات میں مشغول تھے کہ اچانک امام علیہ السلام نے ان کے درمیان ایک انجان شخص کو دیکھا۔

سوال کیا: یہ کون ہے؟

عرض کیا: یہ شخص ہماری مدد کے لئے آیا ہے، کام ختم ہونے کے بعد اسے کچھ دے دیں گے۔

فرمایا: اس کی اجرت معین کردی ہے کہ اسے کام ختم ہونے کے بعد کتنا ملے گا؟

عرض کیا: نہیں لیکن جو کچھ ہم دیں گے وہ قبول کرلے گا۔

یہ سن کر امام علیہ السلام غضبناک ہوگئے، میں نے عرض کیا: میری جان آپؑ پر قربان ہو! آپ ناراض نہ ہوں۔

فرمایا: میں نے بارہا ان لوگوں سے سفارش کردی ہے کہ جب تک اجرت معین نہ کرلیں کسی کو کام پر نہ رکھیں۔

اس لئے کہ جب بھی کوئی شخص اجرت معین ہوئے بغیر کوئی کام کرتا ہے تو اگر اختتام میں اسے تین دن کی اجرت بھی دے دی جائے تو اس کے دل میں یہ بات رہ جاتی ہے کہ پھر بھی اسے کم ملی ہے لیکن اگر کام سے پہلے اس کی اجرت معین کردی جائے اور اختتام پر وہ اجرت اسے دے دی جائے تو وہ اسی پر خوش ہو جاتا ہے اس لئے کہ

وعدہ کے مطابق اسے ملا ہے اور اگر وعدہ سے زیادہ اسے دے دیا جائے تو وہ زیادہ کم ہی کیوں نہ ہو پھر بھی اس کی بابت وہ شکر گزار ہوتا ہے۔[1]

● ● ●

امام رضا علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی جناب ابن بزنطی نقل کرتے ہیں: میں ایک مرتبہ امام علیہ السلام کے دیگر تین اصحاب کے ہمراہ شرفیاب ہوا، ہم لوگ وہاں کافی دیر بیٹھے رہے اور جب چاہا کہ رفع زحمت کریں اور رخصت کی اجازت مانگی تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اے احمد! آپ بیٹھے رہیں۔

امام علیہ السلام کے بقیہ اصحاب چلے گئے اور میں آپؑ کی خدمت میں بیٹھا رہا ، میرے کچھ سوال تھے جن کے جوابات امام علیہ السلام سے حاصل کرنے تھے پس میں نے وہ سوالات امام علیہ السلام کی خدمت میں پیش کردیا، آپؑ نے ان تمام سوالوں کے تشفی بخش جواب عنایت فرمائے، یہاں تک کہ رات کا ایک حصہ گذر گیا ،اس وقت میں نے امام علیہ السلام سے رخصت کی اجازت مانگی،آپؑ نے فرمایا: آپ جائیں گے یا اس وقت میرے پاس رہیں گے ؟

میں نے عرض کیا: آپؑ کا جو بھی حکم ہو، اگر ٹھہرنے کا حکم دیں گے تو رک جاؤں گا اور اگر رخصت دیں گے تو چلا جاؤں گا۔

فرمایا: پس ٹھہر جاؤ، یہ تمہارا بستر ہے اس پر آرام کرو۔

---

[1]۔ شیخ کلینی، اصول کافی، ج۵، ص۲۸۸

اس کے بعد امام علیہ السلام کھڑے ہوئے اور ایک دوسرے کمرے میں چلے گئے، آپؑ کے جاتے ہی میں شدت شوق سے سجدہ میں چلا گیا اور خدا سے عرض کیا: خدایا! میں تیرا لاکھ لاکھ شکر کرتا ہوں تیری حجت اور انبیا علیہم السلام کے علوم کے وارث نے مجھے تمام شرفیاب ہونے والے اصحاب کے درمیان شرف بخشا اور مجھے اپنی توجہ کے لائق سمجھا اور اس قدر مجھ سے محبت کا اظہار فرمایا ہے۔

میں ابھی سجدہ میں تھا کہ امام علیہ السلام دوبارہ تشریف لائے، آپؑ کے آتے ہی میں سجدہ سے اٹھا، امام علیہ السلام بڑھے اور میرے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر فرمایا: اے احمد! جب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام صعصعہ ابن صوحان کی عیادت کو تشریف لے گئے اور عیادت کے بعد دوبارہ لوٹنا چاہا تو فرمایا: اے صعصعہ! کہیں ایسا نہ ہو کہ تم میرے جانے کے بعد مومنین کے درمیان فخر و مباہات کرو کہ میں تمہاری عیادت کو آیا ہوں اور اپنے آپ کو ان سے برتر سمجھنے لگو، خدا سے خوف کھاؤ اور پرہیزگاری کا راستہ اپناؤ، خدا کے لئے تواضع کرو، خدا آپ کو بلند مرتبہ عنایت کرے گا اور مقام دے گا۔[1]

● ● ●

ایک روز امام رضا علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا: جتنا ہو سکے خدا کی یاد مناتے رہو اور اچھے کام کرتے رہو، آج کی انکساری، قدر شناسی اور شکر گزاری مستقبل کے لئے ایک قسم کا ذخیرہ ہے، اس کی مثال یہ حکایت ہے:

---

[1] ۔ رجال کشی، ص۵۸۸

بنی اسرائیل کے ایک مرد مومن نے خواب میں دیکھا کہ اس کے پاس ایک فرشتہ آیا اور اسے خبر دی کہ تمہاری عمر کا پہلا نصف حصہ عیش و آرام اور ناز و نعم میں کٹے گا اور دوسرا نصف حصہ تنگدستی اور ناداری میں کٹے گا لیکن اس کا اختیار خود تمہارے ہاتھ میں ہے کہ اس وقت کون سا حصہ پہلے اختیار کرو، چاہو تو پہلے نصف اول کو اختیار کرو اور ایک مدت تک عیش و آرام میں گذارو یا پھر عیش و آرام کی زندگی کو آخر میں انتخاب کرو؟

مرد مومن نے جواب دیا: میری ایک شریک حیات اور نیک زوجہ ہے، میں اس مسئلہ میں پہلے اس سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں، پھر جواب دوں گا۔

دوسرے دن جب صبح نمودار ہوئی تو اس نے اپنی زوجہ سے کہا: مجھے خبر دی گئی ہے کہ میری عمر کا ایک حصہ عیش و آرام میں گذرے گا اور ایک دوسرا حصہ تنگدستی و ناداری میں کٹے گا لیکن مجھے یہ نہیں معلوم کہ میں کیا کروں؟ کیا عیش و آرام کی زندگی پہلے انتخاب کروں اور بڑھاپے میں تنگدستی و ناداری میں گذاروں یا پہلے فقر و فلاکت اور محتاجی کی زندگی گذاروں اور ضعیفی کو عیش و آرام اور خوشی و خرمی کے ساتھ کاٹوں؟

اس کی نیک زوجہ نے کہا: عیش و آرام کی زندگی پہلے انتخاب کرلو اور فقر و تنگدستی کی عمر کو میرے ذمہ چھوڑ دو میں اسے سنبھال لوں گی۔

اس مرد مومن نے کہا: ٹھیک ہے، اگر تم کہتی ہو تو میں ایسا ہی کرتا ہوں۔

دوسری رات میں جب وہ سویا اور وہ فرشتہ خواب میں دوبارہ آیا تو اسے اپنے اور اپنی زوجہ کے فیصلہ سے باخبر کیا۔

اس کے بعد اس کا ستارہ اقبال ظاہر ہوا، دنیا نے ہر طرف سے اس کا استقبال کیا اور دولت وثروت کی بھرمار ہو گئی، چونکہ وہ زن و شوہر ایماندار اور انسان دوست تھے لہٰذا دوسروں کی بہت مدد کرتے جیسے کہ اس کی زوجہ کہتی کہ ہمارا فلاں ہمسایہ بہت نادار اور فقیر ہے۔

اس کا مومن شوہر فوراً اپنے ہمسایہ کی خبر گیری کرتا اور اگر کبھی کہتی کہ ہمارا فلاں رشتہ محتاجی اور فقیری کی زندگی گذار رہا ہے تو شوہر اس کی معیشت کو فراہم کرتا اور اس کا خرچ دیتا، اسی طرح لوگوں کے ساتھ احسان کرتے اور لوگوں کی بھرپور مدد کرتے، وہ جب بھی کسی کی مدد کرتے تو نہایت انکساری اور احترام کے ساتھ پیش آتے، ان کی قدر کرتے، سب ان سے راضی تھے اور کوئی بھی ناراض نہ تھا۔

اسی طرح ایک مدت گذر گئی اور عیش وآرام کی زندگی کا زمانہ ختم ہو گیا، پس ایک رات خواب میں وہی فرشتہ دوبارہ آیا اور خبر دی کہ اے مرد مومن ! زندگی کے عیش وآرام کے ایام پورے اور دولت وثروت کا زمانہ ختم ہوا، اب بتاؤ اس کے سلسلہ میں تمہارا رائے کیا ہے؟

اس مرد مومن نے کہا: اس سلسلہ میں اپنی نیک بیوی سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔

اس نے دوسرے دن صبح میں اپنی بیوی کو بتایا کہ کل رات میں مجھے خبر دی گئی کہ میری عیش وآرام کی زندگی ختم ہو چکی ہے۔

اس کی نیک بیوی نے جواب دیا: غم نہ کھاؤ، بہر حال اب تک خدا نے ہمیں اپنی نعمتوں سے نوازا اور ہم نے اس کی نعمتوں کی قدر کرتے ہوئے اس کے بندوں کی

دستگیری کی، ان کی مدد کی اور جہاں تک ہو سکا لوگوں کا خیال رکھا، خدا اس سے کہیں عظیم ہے کہ وہ ہماری نیکیوں کو نظرانداز کردے اور انہیں کوئی اہمیت نہ دے۔

دوسرے دن جب وہ فرشتہ دوبارہ خواب میں آیا اور کہنے لگا: تم لوگ زندگی کے نصف اول میں خدا کے مہمان تھے اور چونکہ تم لوگ خدا کے بہت اچھے مہمان تھے لہٰذا اس نے تم لوگوں کے حق میں اپنا لطف کامل کردیا اور تمہاری بقیہ عمر کو بھی خیر و سعادت اور عیش و آرام کے ساتھ مقدر فرمادی ہے تاکہ تمہیں لوگوں کے سامنے دست سوال دراز نہ کرنا پڑے۔[1]

• • •

ابراہیم ابن ابی محمود کہتے ہیں: میں نے ایک مرتبہ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! آپ کے دشمن ہمارے لئے آپؑ کے ایسے فضائل اور مناقب بیان کرتے ہیں جنہیں اب تک ہم نے نہیں سنا ہے، کیا ہم ان کی باتوں اور روایتوں پر یقین کر سکتے ہیں اور انہیں قبول کر سکتے ہیں؟

امام رضا علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: اے ابن ابی محمود! ہمارے دشمنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیتؑ پر بہت ظلم و ستم کیا ہے، انہیں میں سے ایک ظلم جو ہمارے حق میں ان لوگوں نے روا رکھا، من گھڑت روایتیں ہیں جنہیں ان لوگوں نے ہمارے نام پر جعل اور گڑھا ہے، ایسی روایتوں کی تین قسمیں ہیں؛

---

[1]۔ حکایات المعصومینؑ، ص ۳۰

ایک قسم کی روایتیں جنہیں ان لوگوں نے ہمارے نام پر گڑھا ہے وہ ہیں جو غلو پر مشتمل ہیں اور ہمارے لئے عجیب و غریب چیزوں کو بیان کرتی ہیں۔

دوسری قسم کی وہ روایتیں ہیں جن میں ہمارے فضائل اور مناقب کے صرف ایک حصہ کو بیان کیا ہے اور اس کے زیادہ تر حصہ کو چھپا دیا ہے۔

تیسری قسم کی وہ روایتیں ہیں جن میں ہمارے دشمنوں کو حد سے زیادہ فحاشی اور نازیبا الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

جب عام لوگ پہلی قسم کی روایتیں سنتے ہیں جن میں ہمارے لئے عجیب و غریب باتیں بیان ہوئی ہیں اور غلو کرتے ہوئے ہمیں خدا کا درجہ دیا گیا ہے تو ہمارے چاہنے والے کو کافر کہتے ہیں۔

جب دوسرے قسم کی روایتیں سنتے ہیں جن میں ہم سے متعلق حقائق اور معارف کو پوری طرح بیان نہیں کیا گیا ہے یا بہت کم بیان کیا گیا ہے تو وہ ایسی روایتوں سے ہماری معرفت حاصل نہیں کر پاتے۔

جب تیسرے قسم کی روایتیں سنتے ہیں جن میں ہمارے دشمنوں پر بے شمار لعنت اور نازیبا الفاظ استعمال کئے گئے ہیں تو وہ ناموں کو بھلا کر انہیں ہماری طرف نسبت دیتے ہیں اور ہمارے لئے دشمنی اور بغض و نفرت کو ہوا دیتے ہیں جب کہ خدا نے فرمایا ہے: جو لوگ خدا کی معرفت نہیں رکھتے انہیں گالی نہ دو تاکہ وہ بھی نادانی میں تمہارے خدا کو گالی نہ دیں۔[1]

---

[1] ۔ قرآن کریم، سورہ انعام، آیت ۱۰۹

اے ابن محمود! جب بھی لوگوں کی ٹکڑیوں کو دیکھنا کہ ہر ایک اپنی جماعت کے ساتھ ایک طرف جارہا ہے اور اپنا ٹولہ بنا کر ایک نئے راستے کی طرف بڑھ رہا ہے تو تم ہمارے راستے کی طرف بڑھنا تا کہ گمراہی سے محفوظ رہ سکو اس لئے کہ انسان کو دین سے بہکانے اور گمراہ کرنے کی سب سے ادنٰی چیز یہ ہے کہ ایک انسان یہ کہے کہ یہ کھجور ہے اور پھر اس پر تعصب کا مظاہرہ کرے اور دوسروں سے دشمنی پر اتر آئے۔

سچی بات ہمیشہ پرہیزگار اور عقلمند دوست سے حاصل کرنی چاہئے اور اس مسئلہ میں عقلمند دشمن اور نادان دوست سے ہرگز کوئی خبر نہیں لینا چاہئے، میں نے جو کچھ اس وقت تم سے بیان کیا ہے اسے خوب ذہن میں بٹھالو اس لئے کہ اس میں دنیا و آخرت کی سعادت ہے۔[1]

● ● ●

حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام کے دور میں۔انوار مقدسہ سے فرشتوں اور نیک لوگوں کے ہزاروں درود و سلام ہو۔ایسے شاعر بھی تھے جو اپنے شعر اور زبان کے ذریعہ جہاد کیا کرتے اور اپنے اشعار کے ذریعہ اہلبیت علیہم السلام کے حق سے پوری طرح دفاع کرتے اسی وجہ سے حضرات معصومین علیہم السلام انہیں مورد توجہ قرار دیتے، ان پر لطف و کرم کرتے اور ان کا خاص خیال رکھتے۔

جیسا کہ مشہور شاعر ''کمیت'' اور ''سید اسماعیل حمیری'' حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے نزدیک مقرب اور آپ کے خاص الطاف و اکرام سے بہرہ

---

[1] عیون اخبار الرضاؑ، ج۱، ص۲۲۸

مند ہوا کرتے تھے، اسی طرح جناب فرزدق حضرت امام سجاد علیہ السلام کے نزدیک محترم اور آپؑ کے الطاف و اکرام سے بہرہ مند ہوا کرتے تھے، نیز جناب دعبل خزاعی حضرت امام رضا علیہ السلام کی بارگاہ میں مقرب اور آپؑ کے الطاف و اکرام اور حمایت سے مستفید تھے۔

جس زمانے میں امام رضا علیہ السلام کا قیام خراسان میں تھا، ایک روز جناب دعبل امام علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوئے اور اپنا مشہور قصیدہ آپؑ کی بارگاہ اقدس و ملکوتی میں پڑھا، یہ پورا قصیدہ اہلبیت علیہم السلام پر کئے گئے مظالم اور خدا کی راہ میں انہوں نے جو جو مصیبتیں اٹھائی تھیں اور رنج و الم سہے تھے، ان پر مشتمل تھا۔

جب جناب دعبل اپنا قصیدہ پڑھتے پڑھتے اس شعر پر پہنچے:

اہلبیت علیہم السلام کی ایک فرد ضرور قیام کرے گی وہ ایسا امام ہوگا جو خدا کے نام اور اس کی برکت سے قیام کرے گا۔

امام رضا علیہ السلام نے دعبل سے کہا: اے دعبل! اس وقت روح القدس تمہاری زبان سے بات کر رہا ہے، کیا تمہیں معلوم ہے، یہ امام کون ہے؟

دعبل نے عرض کیا: نہیں، میرے مولا، مجھے بس اتنا معلوم ہے کہ آپؑ کی نسل سے ایک امام قیام کرے گا اور زمین کو ظلم و جور سے پاک و پاکیزہ بنادے گا اور عدل و داد سے بھر دے گا۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: اے دعبل! میرے بعد امام میرا بیٹا محمد، اس کے بعد اس کا بیٹا علی، اس کے بعد اس کا بیٹا حسن اور پھر اس کے بعد اس کا بیٹا حجت

قائم ہوگا جو نظروں سے اوجھل ہو جائے گا اور اس وقت تک غائب رہے گا جب تک خدا کی مصلحت کا تقاضا ہوگا اور جب اسے ظہور سے آراستہ کرے گا تو وہ زمین کو عدل و داد سے بھر دے گا، اس کے ظہور کا وقت قیامت کے قیام کی طرح ہر ایک سے مخفی ہے اور کسی کو اس قیام کی اطلاع نہیں ہے۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے دو بیت پڑھے اور دعبل سے فرمایا اسے بھی اپنے قصیدہ میں شامل کرلو۔

جب جناب دعبل نے اپنا قصیدہ پڑھ لیا تو امام علیہ السلام نے انہیں سو دینار عنایت کئے جو آپ کے نام پر بنائے گئے گئے، لیکن دعبل نے انہیں قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا: خدا کی قسم! میں نے یہ قصیدہ اس مال کی لالچ میں نہیں کہے تھے اور اس پیسے کو حاصل کرنے کے لئے یہاں نہیں آیا ہوں، میری آپ سے صرف ایک خواہش اور درخواست ہے کہ اپنا کوئی پرانا لباس مجھے عنایت فرمادیں تاکہ میری موت کے بعد وہ میرا کفن بن سکے۔

امام علیہ السلام نے سو دینار کے علاوہ اپنا ایک پرانا لباس بھی جناب دعبل کو عنایت کیا اور فرمایا کہ اس لباس کے ساتھ یہ سو دینار بھی قبول کرلو اس لئے کہ عنقریب تمہیں اس کی ضرورت محسوس ہوگی، جناب دعبل وہ پیسہ اور لباس لے کر عراق کی جانب روانہ ہوئے اور جب شہر قم میں وارد ہوئے تو وہاں شیعوں کو دعبل کی امام رضا علیہ السلام سے ملاقات اور لباس وغیرہ کی خبر مل گئی، انہوں نے بہت اصرار کے بعد اس لباس کو جناب دعبل سے خرید لیا اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہر ایک

نے تبرک کے طور پر اپنے پاس محفوظ کر لیا اور انہیں ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا جناب دعبل کو دے دیا کہ ان کے پاس بھی وہ بطور تبرک محفوظ رہے۔

جب جناب دعبل عراق پہنچے تو انہیں خبر دی گئی کہ چوروں نے ان کے گھر میں چوری کی ہے اور جو کچھ مال واسباب تھا وہ سب اپنے ساتھ لے گئے ہیں اور ان کی زوجہ بھی شدید طور پر آشوب چشم میں مبتلا ہیں اور ان کی دائیں آنکھ بالکل نابینا ہو چکی ہے اور بائیں طرف کی آنکھ کی روشنی بھی مدھم ہوتی جا رہی ہے۔

جناب دعبل نے وہ سو دینار جسے امام رضا علیہ السلام نے عنایت کیا تھا، اسے عراق کے شیعوں کو دس ہزار درہم میں بیچا اور اس کے ذریعہ ایک گھر خریدا اور امام علیہ السلام کے لباس کا وہ ٹکڑا جو بطور تبرک ان کے پاس تھا، اسے اپنی زوجہ کی آنکھوں پر رکھا اور سلا دیا جب صبح نمودار ہوئی تو خدا کے لطف اور اس کپڑے کے ٹکڑے کی برکت سے ان کی زوجہ کی دونوں آنکھ کی بینائی واپس آگئی اور انہیں پوری طرح شفا مل گئی۔[1]

● ● ●

جس زمانے میں امام رضا علیہ السلام کا قیام خراسان میں تھا، اس وقت مامون کی حکومت کا دارالحکومت شہر مرو تھا جو اس کی قدرت وطاقت کا مظہر مانا جاتا تھا، اس زمانے میں مامون حضرت امام رضا علیہ السلام کا بہت احترام واکرام کرتا اور اپنے

---

[1] شہید دستغیب، قیامت وقرآن، ص ۱۴۵

بیشتر امور میں امام علیہ السلام سے مشورہ کرتا اور آپؑ کی رائے معلوم کرتا تاکہ آپؑ اسے نیک مشوروں سے بہرہ مند کر سکیں۔

ایک دن مامون کو خبر دی گئی کہ اس کی فوج نے شہر کابل کو فتح کر لیا ہے جو اس وقت بڑا شہر مانا جاتا تھا، جب مامون کو یہ خبر دی گئی تو وہ بڑا خوش ہوا اور اس خبر کو جب امام علیہ السلام کی خدمت میں لے کر پہنچا اور جب پوری خبر سنادی تو امام علیہ السلام سے اس خبر اور خوشخبری کے سلسلہ میں سوال کیا، امام علیہ السلام نے جو کہ ہماری طرح تعارفات اور چاپلوسی جیسی چیزوں سے چونکہ پاکیزہ ہوتے ہیں لہٰذا فرمایا: کیا تم اس لئے اتنا خوش ہو کہ تمہاری فوج نے ایک مشرک شہر کو فتح کر لیا ہے اور اسے اپنے قبضہ میں لے لیا ہے؟

مامون نے عرض کیا: کیا آپؑ کی نظر میں ایسی خبر خوشحالی کا باعث نہیں ہے اور ایسی خبر پر خوشی کا اظہار کرنا ناروا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تمہیں مسلمانوں کے امور اور اس وقت جو امانت تمہارے سپرد کی گئی ہے، اس کے متعلق خدا سے خوف کھانا چاہئے کہ کہیں ضائع نہ ہو جائے، جب کہ اس دور میں تمہاری حکومت کے ہوتے ہوئے لوگوں حقوق ضائع ہو رہے ہیں اور لوگوں کے حقوق کی خبر گیری کے لئے ایسے افراد کو منصوب اور سرپرست بنا رکھا ہے جن میں کوئی صلاحیت نہیں ہے، اس وقت شہر مکہ، مدینہ اور عراق میں حکم خدا کے خلاف حکم دیا جا رہا ہے، تم نے محل وحی اور مقام ہجرت شہر مدینہ کو بھلا دیا ہے اور یہاں شہر مرو میں بیٹھ کر فتوحات پر نازاں ہو اور جشن منا رہے ہو۔

شہر مدینہ میں مومنین کے امور کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے، مہاجرین اور انصار کی اولاد مختلف ظلم و ستم کا شکار ہیں، لوگوں کے درمیان عہد و پیمان اور دوستی و یاری عنقا ہوچکی ہے، یہ ایام لوگوں پر بڑے سخت گذر رہے ہیں، تیرے مصاحبین اور مقربین تجھ تک صحیح خبر دینے سے گریز کررہے ہیں تاکہ کہیں تو ظلم و ستم کا خاتمہ نہ کردے، تمہیں چاہئے کہ مدینہ پر زیادہ توجہ دو اس لئے کہ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیت الشرف اور مہاجرین و انصار کا مرکز ہے اور مسلمانوں کے امور کو انجام دینے میں ہرگز کوتاہی اور سستی نہ دکھاؤ۔

کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ مسلمانوں کے خلیفہ اور ان کے حاکم کی مثال خیمہ کے ستون کی ہے، کیا اگر رعیت میں سے کوئی چاہے کہ اس سے ملاقات کرنا چاہے تو آسانی سے ملاقات ہو سکتی ہے؟

مامون نے جواب دیا: پس آپ کا مشورہ کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم کو چاہئے کہ اپنا دارالحکومت اپنے اجداد کی سرزمین (بغداد) کو دوبارہ آباد کرو اور مسلمانوں کو اپنے حکمرانوں کے ظلم و ستم سے نجات دلاؤ اور ان کے امور کو سلجھاؤ اور ہرگز ان کے امور کو دوسروں کے سپرد نہ کرو، تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان تمام امور کے ذمہ دار خدا کے نزدیک تم ہو اور تم ہی سے ان سب کا سوال کیا جائے گا۔

یہ سن کر مامون تھوڑی دیر سوچنے لگا اور اسے محسوس ہوا کہ امام علیہ السلام جو نصیحت کررہے ہیں وہ بالکل درست ہے لہٰذا عرض کیا: آپؑ سچ فرماتے ہیں اور آپؑ کی بات بالکل درست ہے۔

اس کے بعد مامون آپ کے حجرہ مبارک سے باہر آیااور اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ سفر کے لئے آمادہ ہو جائیں، یہ سن کر اس کاوزیر فضل ابن سہل بڑا متعجب ہوااور اسے مامون کا فیصلہ نابجا محسوس ہوا، اس لئے کہ اس وقت مامون کی حکومت کے سارے امور اسی کے ہاتھ میں تھے اور حالات حاضرہ پر پوری طرح قابض تھا، اس کے علاوہ مامون حکومتی معاملات میں ہر گز سہل سے کوئی سوال نہ کرتا اور اسے پوری آزادی دے رکھی تھی، مامون کے فیصلہ نے اس کی سازش پر پانی پھیر دیا تھا لہٰذا وہ ناراض ہوااور مامون کو سر سے منع کرنے کے لئے اس کے پاس پہنچااور کہا: عالیجاہ! یہ کیسا فیصلہ ہے جسے آپ نے جاری فرمایا ہے؟

مامون نے جواب دیا: میں حضرت علی ابن موسی الرضا علیہما السلام کے مشورے پر عمل کر رہاہوں اور ان کی رائے کو بالکل صحیح اور منطقی سمجھتا ہوں۔

فضل ذاتی طور پر ایک حسود قسم کا انسان تھااور اسی خصلت کی وجہ سے وہ امام علیہ السلام کو پسند نہیں کرتا تھا۔

مامون کے جواب میں کہا: میں ان کے مشورے کو صحیح نہیں سمجھتا اس لئے کہ آپ نے خلافت پر قبضہ کرنے کے لئے کچھ ہی سالوں پہلے اپنی بھائی امین کو قتل کیا اور اس قتل کے ذریعہ تمام بنی عباس کو اپنا دشمن بنالیا ہے جس کی وجہ سے اس وقت پورے اہل عرب اور اہل عراق آپ کے خون کے پیاسے ہیں اور ان کی یہ دشمنی اس بات کی ہے کہ اسلامی حکومت کی باگ ڈور ایرانیوں کے سپرد کردی ہے اور دوسرا خطرناک اقدام یعنی ابوالحسن علی الرضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد بنانا ہے، اس کام کی وجہ سے آپ کی نسبت بنی عباس کی دشمنی اور نفرت شدید ہو گئی ہے اس کے علاوہ اس

اقدام کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اپنے بھائیوں کو خلافت سے محروم کردیا ہے اور انہیں اس کے لائق نہیں سمجھا جس کی وجہ سے بنی عباس آپ سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں میں آپ کی نفرت بھری ہوئی ہے، اب ایسے حالات میں جہاں ایک طرف بنی عباس آپ کے دشمن ہیں وہیں دوسری طرف اپنے موافقین یعنی ایرانیوں کو کیوں ناراض کرنا چاہتے ہیں اور انہیں اپنا دشمن بنانا چاہتے ہیں؟

میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ خراسان میں مقیم رہیں تاکہ حالات آہستہ آہستہ سازگار ہو جائیں اور جو کچھ ابھی تک پیش آیا ہے، انہیں اس کی عادت ہو جائے، اس شہر میں ایسے دور اندیش اور بابصیرت لوگ ہیں جنہوں نے سالہا سال آپ کے والد ماجد کے ساتھ کام کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ ان لوگوں کو جمع کریں اور مسئلہ میں ان سے مشورہ لیں وہ یقیناً آپ کو صحیح مشورہ دیں گے۔

مامون نے سوال کیا: کیا ان لوگوں میں سے کچھ کے نام بتا سکتے ہو کہ وہ لوگ کون ہیں تاکہ مجھے بھی ان کے متعلق واقفیت ہو سکے؟

فضل نے جواب دیا: ان لوگوں میں سے ایک علی ابن عمران، ابن مونس اور جلودی ہیں جنہوں نے حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہما السلام کی ولیعہدی کی مخالفت کی تھی اور جو عہد نامہ اس سلسلہ میں ضبط و تحریر ہوا تھا اس پر دستخط نہیں کیا تھا جس کی وجہ سے انہیں قید خانے جانا پڑھا تھا اور ابھی تک وہ لوگ قید خانے میں قید ہیں۔

مامون نے کہا: ہاں! میں نے ہی انہیں قید کیا تھا پس جاؤ انہیں قید خانے سے آزاد کرو اور کل میرے پاس لاؤ۔

دوسرے دن مامون نے امام رضا علیہ السلام کے سامنے ان تینوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا، جب وہ مامون کے پاس پہنچے تو اس نے سوال کیا: اتنے دنوں تک قید خانے میں رہنے کے بعد امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کے سلسلہ میں تمہارا نظریہ کیا ہے؟

علی ابن عمران اور ابن مونس نے جواب دیا: اس سلسلہ میں ہمارا نظریہ وہی ہے جسے ہم نے پہلے بھی عرض کیا ہے اور ابھی تک بدلا نہیں ہے اس لئے کہ خداوند عالم نے خلافت کو بنی عباس کا حق قرار دیا تھا لیکن تم نے اس حق کو اپنے دشمنوں کے سپرد کر دیا، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں تمہارے باپ دادا نے ہمیشہ جلاوطن اور قتل کیا ہے، اس وقت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام لوگوں کے درمیان محبوب ہیں اور اس طرح تم نے بنی عباس سے بہت بڑی خیانت کی ہے۔

یہ سن کر مامون غضبناک ہوا اور غصہ میں کہنے لگا: تم لوگ ابھی تک اپنی خیانت سے باز نہیں آئے، جلاد کو بلاؤ۔

ان دونوں کو مامون نے جلاد کے سپرد کر دیا تاکہ انہیں قتل کر دے، اس کے بعد جلودی کی طرف متوجہ ہوا، جو ابھی تک خاموش تھا اور کوئی بات نہیں کہی تھی، وہ امام رضا علیہ السلام کا سخت دشمن اور اس کا ماضی بہت خراب تھا۔

اس لئے کہ جب محمد بن جعفر نے مدینہ میں مامون کے خلاف خروج کیا تو اس نے اسی جلودی کی سربراہی میں ایک عظیم لشکر کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ کیا تو اسے حکم دیا تھا کہ جب محمد بن جعفر پر قابو پالو تو انہیں قتل کرکے ان کا سر میرے پاس روانہ کردو اور ابوطالب کے خاندان والوں کے گھروں کو غارت کردو۔

جب جلودی اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ پہنچا تو چونکہ جلودی طینت کے اعتبار سے ایک سنگدل، بے حیا ور گستاخ انسان تھا، مامون کے حکم کو ایک ایک کرکے جاری کیا، ایک روز امام رضا علیہ السلام کے بیت الشرف کو غارت کرنے کے لئے اپنے آدمیوں کے ساتھ پہنچا، امام رضا علیہ السلام کو جلودی کی بد طینتی اور خباثت کا پورا علم تھا ، لہذا اپنے پورے اہل خانہ کو ایک کمرہ میں جمع کیا اور خود دروازے پر پہنچے اور جلودی سے کہا: تمہارے اور تمہارے سپاہیوں کو میرے گھر میں داخل ہونے کی ضرورت نہیں ہے اگر تم میرے گھر کو لوٹنے آئے ہو تو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس گھر کے تمام مال و اسباب اور زیورات کو تمہارے لئے لے آوٴں اور کوئی بھی چیز باقی نہ چھوڑوں۔

جلودی ایک خبیث اور نہایت شکاک انسان تھا، اسے کسی پر کوئی بھروسہ نہیں تھا، وہ اپنے ہاتھوں سے گھروں کو غارت کرنا چاہتا تھا جب وہ امام کی درخواست کو قبول کرنے سے انکار کرنے لگا تو امام علیہ السلام نے قسم کھائی کہ گھر میں کوئی بھی چیز باقی نہیں چھوڑیں گے اور اس وقت جو کچھ ہے وہ سب اسے لا کر دے دیں گے، اس کے علاوہ جلودی کو اس بات کا بھی خوف تھا کہ اگر اس نے امام رضا علیہ السلام کے حق میں زیادہ گستاخی کی اور بعد میں مامون اپنے اس حکم سے پشیمان ہوا تو وہ ضرور مجھے سزا دے گا اور وہاں وہ اپنے سپاہیوں کے سامنے اپنی کمزوری کو دکھانا نہیں چاہتا تھا اور اس کے نزدیک امام رضا علیہ السلام کی بات پر بھروسہ کرنا ایک قسم کی بے عزتی بھی تھی، نیز اسے یہ بھی ڈر تھا کہ اگر اس بات کی خبر مامون کو دے دی گئی کہ میں نے کسی

علوی اور اہل بیت رسولؐ میں سے کسی کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا ہے تو وہ کہیں مجھے سزا نہ دے۔

یہ تمام باتیں ایک ایک کرکے اس کے ذہن سے گذر رہی تھیں، لیکن وہ امام علیہ السلام کی منطق اور اخلاق کی وجہ سے اگرچہ تسلیم ہوا لیکن اس کے باوجود وہ بہت ناراض تھا۔

امام رضا علیہ السلام اسے دروازے پر روک کر خود اندر تشریف لے گئے اور گھر میں جو بھی گرانقیمت چیز تھی وہ سب لاکر جلودی کے حوالے کردیا، اس نے بھی مامون کے حکم کے مطابق وہ سارا مال واسباب لیا اور واپس لوٹ گیا۔

جلودی اپنے تمام سیاہ اور منحوس کارناموں کے ساتھ بڑی ذلت اور حقارت کے ساتھ اس وقت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں سر جھکائے کھڑا ہوا تھا، اسے اپنی ساری کرتوتیں یاد تھیں اور بڑا سہما ہوا تھا کہ اس وقت امام رضا علیہ السلام اپنے تمام مظالم کا انتقام لیں گے اور اسے مامون کی مرضی کے خلاف بڑی سخت سزا دیں گے اور ہرگز اس کی پرواہ نہیں کریں گے۔

لیکن امام رضا علیہ السلام کی سیرت جود و کرم اور معاف کردینا تھا، آپؑ کو بھی جلودی کے کرتوت یاد تھے اور یہ بھی یاد تھا کہ جلودی نے اپنی سنگدلی اور بے رحمی کے باوجود آپؑ کی درخواست کو قبول کرلیا تھا اور بیت الشرف میں قدم نہیں رکھا تھا، آپ کے اہل خانہ کو کوئی اذیت نہیں دی تھی، لہٰذا امام علیہ السلام نے مامون کے کان میں آہستہ سے کہا: امیدوار ہوں کہ اس بوڑھے آدمی کو میرے سپرد کرتے ہوئے اس کے انجام کو میرے حوالے کردو گے۔

مامون نے آہستہ آواز میں جواب دیا: یہ وہی شخص ہے جس نے میری اجازت کے بغیر آپؑ کے بیت الشرف پر حملہ کیا اور آپؑ کی بے حرمتی کی اور آپ کے ساتھ برا برتاؤ کیا، کیا بوڑھے ہونے سے جرم معاف کر دیا جاتا ہے؟

امام علیہ السلام نے دوبارہ اس سے درخواست کی کہ میں اپنے حق کو معاف کرتا ہوں، اس کے قتل سے باز آجاؤ، مامون نے دوبارہ جلودی کی خباثت اور بداخلاقی کو یاد دلایا۔

جلودی سامنے کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا کہ امام رضا علیہ السلام مامون سے آہستہ آواز میں کچھ کہہ رہے ہیں اور مامون بھی جواب دے رہا لیکن جلودی ان کی باتوں کو سن نہیں سکتا تھا، چونکہ بد طینت تھا اور نہایت بدگمان بھی تھا، دوسروں کو بھی اپنے جیسا سمجھتا تھا، وہ اپنی خباثت کی وجہ سے یہ گمان کر رہا تھا کہ امام رضا علیہ السلام مامون سے اس کی بدگوئی کر رہے ہیں اور اسے سخت سزا دلانے کے لئے کہہ رہے ہیں لہٰذا اس نے چالاکی کرنے کوشش کی اور اس فرصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بلند آواز سے مامون کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا: میں آپ کو آپ کے باپ ہارون کی قسم دے رہا ہوں، میں نے آپ کے باپ ہارون کی جو خدمت کی ہے اور جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں ان کی وجہ سے ہرگز ابوالحسنؑ کی بات پر کان نہ دھریں اور ان کی درخواست کو قبول نہ کریں۔

جب مامون نے جلودی کی بات سنی تو امام ضا علیہ السلام کی طرف رخ کرتے ہوئے کہنے لگا: آپؑ ملاحظہ فرمارہے کہ جلودی کی بات آپ کی بات سے بالکل

مخالف ہے، وہ مجھے میرے باپ کی روح کی قسم دے رہا ہے لہٰذا میں اس کی بات کو رد نہیں کروں گا بلکہ خوشی کے ساتھ قبول کروں گا۔

اس کے بعد مامون جلودی کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے کہا: خدا کی قسم ! میں تمہارے حق میں علی ابن موسیٰ الرضا علیہما السلام کی بات نہیں مانوں گا اور جو بات تم نے کہی ہے اسی کو قبول کروں گا، بدبخت ! تمہیں نہیں معلوم کہ انہوں نے تیری تمام برائیوں اور ظلم و ستم کے باوجود تیری آزادی کے لئے مجھ سے سفارش کی تھی کہ میں تجھے معاف کردوں اور قتل نہ کروں لیکن تیری قسمت تیرے ہاتھ میں ہے، بس تو نے جو قسم مجھے دی ہے میں اس کی لاج ضرور رکھوں گا اور تجھے قتل کروں گا۔

مامون نے دوبارہ جلاد کو آواز دی اور کہا: بدگمانی ظالموں کے ساتھ ہے، اسے بھی لے جاؤ اور اس کے دو دوستوں کے ساتھ ملحق کردو۔[1]

● ● ●

مامون نے امام رضا علیہ السلام کو زبردستی مدینہ سے خراسان بلایا تھا اور امام علیہ السلام کی مرضی کے خلاف انہیں اپنا ولیعہد بنایا تھا، اس کی دلیلیں ہمارے پاس موجود ہیں جنہیں ہم آئندہ سطور میں بیان کریں گے۔

کبھی کبھی امام رضا علیہ السلام مامون کے دائیں طرف تشریف فرماتے ہوئے اور آپؑ کے سامنے مامون حکومتی معاملات کی رسیدگی اور اختلافات کی قضاوت کرتا۔

---

[1]۔ عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۳۹۹

ایک دن اسے خبر دی گئی کہ ایک شخص نے چوری کی ہے، مامون نے حکم دیا کہ اس چور کو گرفتار کیا جائے اور اس کے پاس لایا جائے، جب اسے مامون کے سامنے پیش کیا گیا، جب مامون نے اس غور سے دیکھا تو اسے ایک زاہد اور عابد انسان پایا جس کے چہرے سے زہد وورع کے آثار نمایاں تھے اور پیشانی پر سجدوں کے نشان تھے۔

مامون نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا: تجھ پر افسوس ہو! ایسا نورانی چہرہ اور ویسا برا کام؟ کیا تم ایسی صورت کے ساتھ چوری کرتے ہو اور اپنی عزت وآبرو کو داؤ پر لگاتے ہو؟

اس نے جواب دیا: میں نے یہ کام مجبوری میں کیا ہے، چوری کے علاوہ میرے پاس کوئی چارہ نہیں تھا، میں نے اس وقت چوری کرنے پر مجبور ہوا ہوں جب تم نے خمس اور جنگی غنیمتوں سے میرے حق کو مجھے نہیں دیا اور مجھے نادار بنادیا۔

مامون نے کہا: تمہارا خمس اور جنگی غنیمتوں میں کیا حق ہے جو مجھ سے طلب کررہے ہو؟

اس نے جواب دیا: خداوند عالم نے خمس کے استعمال کے چھ موارد بیان کئے ہیں اور فرمایا ہے: جان لو کہ جو غنیمت بھی تمہارے ہاتھ لگے اس کا خمس خدا، پیغمبر، آپؐ کے قرابتدار، یتیم، بے سہارا اور سفر میں تنگدست ہو جانے والوں کو دے دو۔

اسی طرح غنیمت کی چھ قسمیں بیان کی ہیں اور فرمایا ہے: سفر میں مجبور اور تنگدست ہونے والوں کو دے دو تاکہ غنیمت صرف امیروں کے ہاتھ میں نہ رہے

میں ایک آدمی ہوں جو سفر میں تنگدست اور مجبور ہو چکا ہوں، بے سہارا اور مسکین ہوں، لہٰذا قرآن کے فرمان کے مطابق میں جنگی غنیمتوں کا مستحق ہوں جس سے آپ نے مجھے محروم کر دیا ہے۔

مامون نے کہا: کیا تم اپنے اس افسانے اور کہانی کے ذریعہ حکم خدا کو تعطیل کر دینا چاہتے ہو کہ چوری کی سزا تم کو نہ ملے؟

اس نے جواب دیا: اگر ایسا ہی ہے تو پھر سب سے پہلے آپ خود پہل کریں اور اپنے آپ کو پاک کریں، اس کے بعد دوسروں کو پاک کرنے کے لئے اقدام کریں لہٰذا حد شرعی کو مجھ پر جاری کرنے سے پہلے اپنے اوپر جاری کریں۔

یہ سن کر مامون ہکابکا رہ گیا، امام علیہ السلام کی طرف رخ کرتے ہوئے کہنے لگا: اس سلسلہ میں آپ کا نظریہ کیا ہے؟

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: اس شخص کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ تم نے بھی چوری کی ہے جس کی وجہ سے وہ جری ہو گیا اور اس نے بھی چوری کر لی ہے

۔

مامون یہ سن کر بہت ناراض ہوا لیکن کچھ کہہ نہ سکا بلکہ اس شخص کی طرف رخ کرتے ہوئے کہنے لگا: خدا کی قسم! تیرے ہاتھ ضرور کاٹوں گا۔

اس نے کہا: کیا تم میرا ہاتھ کاٹنا چاہتے ہو جب کہ تم میرے غلام اور نوکر ہو؟!

مامون نے تعجب اور غضب کے ساتھ کہا: تجھ پر وائے ہو! میں کیونکر تیرا غلام اور نوکر ہو سکتا ہوں؟

اس نے کہا: آپ کی ماں کنیز تھیں اور آپ کے والد نے انہیں مسلمانوں کے بیت المال سے خریدا تھا، جس کی وجہ سے آپ ان تمام مسلمانوں کے غلام اور نوکر ہیں جو مشرق و مغرب میں رہتے ہیں مگر یہ کہ ان لوگوں نے آپ کو آزاد کر دیا ہو لیکن میں نے ابھی تک آپ کو آزاد نہیں کیا ہے۔

اس کے علاوہ آپ نے اولاد رسولؐ کا حق چھین لیا ہے اور انہیں لوٹایا نہیں ہے بلکہ میرے اور میرے جیسوں کا حق بھی نہیں ادا کیا ہے۔

نیز آپ گندے اور پلید ہیں اور معلوم ہونا چاہئے کہ ایک گندا اور پلید انسان دوسرے کو ہرگز پاک و صاف نہیں کرسکتا بلکہ پاک و صاف انسان ایک گندے اور کثیف کو پاک کرسکتا ہے اسی طرح جس پر خدا کی حد لازمی ہو وہ دوسرے پر کوئی حد جاری کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا مگر یہ کہ وہ پہلے اپنے اوپر حد جاری کرے پھر دوسرے پر، کیا آپ نے قرآن میں خداوند عالم کا یہ فرمان نہیں سنا ہے: کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود کو بھول گئے ہو؟

یہ سن کر مامون دوبارہ امام علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کرنے لگا: اس مسئلہ میں آپ کی رائے کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند عالم نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا: خدا کے پاس حجت بالغہ ہے اور وہ ایک ایسی حجت ہے جب وہ کسی نادان کے پاس آتی ہے تو وہ ایک عقلمند کی طرح اسے سمجھنے لگتا ہے، دنیا و آخرت اسی پر قائم و دائم ہے، اس وقت اس مرد کے پاس وہی حجت بالغہ ہے، اگر اس کے سوالوں کا جواب دے سکتے ہو تو جواب دو اور اگر اس کے سوالوں کا جواب نہیں دے سکتے تو اسے چھوڑ دو۔

مامون نے اس شخص کو آزاد کر دیا، اس کے بعد اس نے اپنے آپ کو لوگوں سے دور کرلیا اور اس کے دل میں امام علیہ السلام کی نسبت کینہ بڑھنے لگا یہاں تک کہ اس نے آپؑ کے قتل کا فیصلہ کرلیا اور ایک دن اسے عملی جامہ پہنا دیا۔[1]

● ● ●

جس زمانے میں امام رضا علیہ السلام خراسان میں اقامت پذیر تھے، اسی دوران شہر نیشاپور کے قاضی نے مامون کو ایک خط لکھا کہ اس شہر کا ایک غیر مسلمان امیر کا انتقال ہوگیا ہے اور اس نے وصیت کی ہے کہ اس کا سارا مال فقراء اور ضرورتمندوں میں تقسیم کردیا جائے اور اس نے وصیت کے مطابق سارا مال فقیروں اور محتاجوں کے درمیان تقسیم کردیا ہے لیکن کچھ لوگوں نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ اس کا مال مسلمان اور غیر مسلمان ضرورتمندوں کے درمیان تقسیم کرنا چاہئے تھا، لہٰذا اس نے اس مسئلہ کی وضاحت معلوم کرنے کے لئے سارا ماجرا مامون کے نام لکھ بھیجا۔

مامون کی عقل اس مسئلہ کو حل کرنے سے عاجز تھی لہٰذا اس نے امام رضا علیہ السلام کو طلب کیا اور پورا ماجرا کہہ سنایا اور اس مسئلہ کا حل مانگا: ایک غیر مسلمان شخص کے مال کو کیا مسلمانوں نیازمندوں کے درمیان تقسیم کیا جاسکتا ہے؟

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: ایک غیر مسلمان شخص کیونکر ایک مسلمان کو اپنا صدقہ دے سکتا ہے؟ اس لئے کہ اس نے اپنے مال کے سلسلہ میں یہ نہیں لکھا

---

[1] شہید دستغیب، گناہان کبیرہ، ج۱، ص۴۷۶

ہے کہ اس کے مال کو کن لوگوں کے درمیان تقسیم کرنا چاہیے لہٰذا نیشاپور کے قاضی کو لکھ بھیجو کہ اتنا ہی مال بیت المال سے لے کر غیر مسلم ضرورتمندوں کے درمیان تقسیم کرے۔[1]

● ● ●

امام رضا علیہ السلام کی ولایت عہدہ کے متعلق ہم آئندہ صفحات میں تفصیل سے وضاحت پیش کریں گے کہ کیوں امام رضا علیہ السلام نے مجبور ہو کر شیعوں کی مصلحت اور دیگر مصلحتوں کی وجہ سے مامون کی ولایت کو قبول کیا تھا، امام علیہ السلام نہیں چاہتے تھے کہ اپنے دشمن کو ظلم و ستم کا کوئی بہانہ نہیں دینا چاہتے تھے، نیز حکومت وقت اور بنی عباس کے مظالم میں شریک نہیں ہونا چاہتے تھے لہٰذا جب عہد نامہ لکھا جانے لگا تو آپ نے اصرار فرمایا کہ اس رسمی عہد نامہ میں یہ قید و شرط بڑھا دی جائے کہ امام علیہ السلام ولایت عہدی کو تکلفاتی طور پر قبول کیا ہے لہٰذا حکومتی معاملات میں کسی کو عہدہ دینا یا برخاست کرنا یا دیگر حکومتی معاملات میں شرکت سے معذور ہوں گے اور ہرگز مذکورہ امور میں دخالت نہیں کریں گے۔

اس شرط کے باوجود مامون کی پوری کوشش ہوا کرتی تھی کہ تمام مستثنیٰ امور میں امام رضا علیہ السلام کو شریک کرے اور حکومتی معاملات میں کسی نہ کسی طرح دخالت دے لیکن ہر بار امام رضا علیہ السلام ایسے مواقع پر مامون کو اس عہد نامہ کی یاد دلاتے اور مذکورہ تمام امور میں شرکت سے دور دور رہتے۔

---

[1] ۔ عیون اخبار الرضا، ج۱، ص ۲۵۲

معمر بن خلاد بیان کرتے ہیں: ایک دن امام رضا علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: ایک دن مامون نے مجھ سے درخواست کی: اے رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے! اگر آپ کے نزدیک کوئی معتمد فرد ہو تو اسے میرے سامنے پیش کریں تاکہ میں اسے ان شہروں میں سے کسی ایک شہر میں والی بناکر بھیجوں جہاں بغاوت ہوئی ہے۔

میں نے اس سے کہا: جو عہد میرے ساتھ کیاہے ہر حال میں تمہیں اس پر باقی رہناہے، لہٰذا اچھی طرح معلوم ہے کہ جب میں نے تمہاری ولیعہدی کو قبول کیا تواس وقت یہ شرط عائد کردی تھی کہ میں کسی کو نہ کوئی عہدہ دوں گااور نہ ہی کسی برخاست کروں گااور خلافت وحکومت کے کسی بھی مسئلہ میں مداخلت نہیں کروں گا یہاں تک کہ خدا کا حکم جاری ہو جائے، خدا کی قسم! خلافت کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ میں چاپلوسی اور اپنی مرضی سے اس سے نزدیک ہونے کی کوشش کروں اس لئے کہ تم نے جو عنوان مجھے دے رکھاہے، اس کے ذریعہ میرے پاس خدا کی عطاکردہ نعمتوں کی قدر وقیمت میں کوئی اضافہ نہیں ہواہے اور نہ ہی اس کی وجہ سے ان کی اہمیت میں کوئی کمی آئی ہے، میں مدینہ میں آزاد چلتا پھرتا تھا، عام لوگوں کو میری زیادہ ضرورت تھی اور میں ان کی ضرورتوں کو پورا کیا کرتا تھا، میرے نزدیک عام لوگ قرابتدار کی حیثیت رکھتے تھے، مجھ سے بہت محبت کرتے تھے اور میرے مشورے اور حکم ہر شہر میں جاری وساری تھے، پس آج کے بعد ہرگز ایسی باتوں کے ذریعہ مجھے اپنے اعمال و کردار میں شریک کرنے کی کوشش نہیں کرنا۔

مامون نے کہا: میں سمجھ گیا، میں اپنے عہد پر باقی رہوں گا اور آج کے بعد ہر گز اس مسئلہ میں آپؑ سے کوئی بات نہیں کروں گا۔[1]

● ● ●

امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کے دوران مامون کا وزیر فضل بن سہل تھا، اسے امام علیہ السلام کے وجود سے بڑا حسد تھا، اس لئے کہ وہ امام علیہ السلام کو اپنا رقیب اور خلیفہ کے نزدیک زیادہ محبوب اور مقرب سمجھتا تھا لہٰذا کسی بھی حال میں اس صورتحال کو برداشت نہیں کرسکتا تھا، وہ ہمیشہ امام علیہ السلام کے خلاف سازش رچنے میں لگا رہتا تاکہ کسی نہ کسی طرح امام علیہ السلام کو اپنے راستے سے ہٹا سکے۔

ایک روز فضل بن سہل، ہشام بن ابراہیم کے ساتھ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور درخواست کی کہ انہیں امام علیہ السلام سے خاص کام ہے لہٰذا انہیں تنہا چھوڑ دیا جائے اور بقیہ لوگ چلے جائیں، جب سارے لوگ چلے گئے اور ان کے علاوہ امام علیہ السلام کے پاس کوئی نہ بچا تو انہوں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط پیش کیا، حقیقت میں ایک عہد نامہ تھا جس میں مندرج راز کو چھپانے کے لئے قسم، لعنت، نذر اور تاکیدات درج تھیں: اے فرزند رسول! ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ خلافت آپؑ کا حق ہے اور اس مسئلہ میں ہم خدا کو گواہ اور شاہد قرار دیتے ہیں، پوری سچائی، یقین اور صدق نیت سے بیان کرتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ و ایمان یہ ہے کہ مامون کو اچانک اور پوشیدہ طور پر قتل کردیں اور خلافت کے لئے آپ کا

---

[1]۔ مدرک بالا، ج ۲، ص ۴۰۶

راستہ ہموار کریں تاکہ حق حقدار کو پہنچے، آپؑ ہمیں اس کام کی اجازت دیں اور اپنی موافقت کا اعلان کریں، اس کے بعد ہم بقیہ کام خود ہی سنبھال لیں گے۔

جب امام علیہ السلام نے ان کی باتیں سنیں اور اس عہد نامہ کا مطالعہ کیا تو نہایت غضبناک ہوئے اور فرمایا: بس کرو! خدا تم پر لعنت کرے کہ تم کفران نعمت کررہے ہیں اور ایک غلط کام کا ارادہ رکھتے، ہم مکر وفریب نہیں کرتے، اگر میں تمہاری بات مان لوں تو نہ میں سلامت سے رہ پاؤں گا اور نہ تم لوگ چین سے جی پاؤ گے۔

جب انہیں یقین ہو گیا کہ امام علیہ السلام ان کے فریب میں نہیں آنے والے تو امام علیہ السلام کی خدمت میں دوبارہ عرض کیا: ہم آپ کا امتحان لینا چاہتے تھے وگرنہ ہم ہرگز خلیفہ کے خلاف کوئی اقدام نہیں کرنا چاہتے تھے۔

امام رضا علیہ السلام نے جواب دیا: جھوٹ بولتے ہو، تم لوگوں نے وہی بات کہی ہے جو تمہارا دل کہہ رہا تھا لیکن تمہیں یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ میں سازش اور مکر وفریب والا انسان نہیں ہوں کہ تمہارا ساتھ دے سکوں، ہمارا جہاد مصلحت کے مطابق ہمیشہ آشکار و روشن ہے، اٹھو میرے پاس سے دور ہو جاؤ۔

وہ لوگ وہاں سے اٹھے اور اپنی جان کی امان کے لئے سیدھے مامون کے پاس پہنچے اور اس کے مصاحبین کے سامنے اس سے کہا: اے امیر! ہم امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں گئے تھے اور انہیں آزمانے کے لئے یہ یہ کہا اور انہوں نے ہمیں ایسا جواب دیا۔

مامون نے کہا: بہت اچھا ہوا کہ تم لوگوں نے امام علیہ السلام کی رائے معلوم کرلی اور اس امر سے مجھے مطلع بھی کردیا۔

تھوڑی دیر بعد امام رضا علیہ السلام مامون کے پاس پہنچے اور اسے پورے واقعہ سے باخبر کیااس لئے کہ امام علیہ السلام کو پورا یقین تھا کہ یہ لوگ آپؑ کے خلاف کوئی سازش رچنا چاہتے ہیں۔

مامون نے کہا: مجھے بہت پہلے سے آپ کی صداقت اور سچائی پر ایمان ہے لیکن میں انہیں بھی اچھی طرح پہچانتا ہوں، اگر وہ لوگ میرے موافق تھے تو ہر گز میرے خلاف سازش نہ کرتے اور اگر آپ کے موافق ہوتے تو ہر گزاس واقعہ کی خبر مجھے نہ دیتے، یہ میری مجبوری ہے کہ میں اکیلے خلافت کے امور کی دیکھ بھال نہیں کرسکتا لہٰذا مجھے ان لوگوں کی ضرورت ہے اور اپنے امور انجام دینے کے لئے ان کا ضرورتمند ہوں۔[1]

● ● ●

جب امام رضا علیہ السلام شہر مرو میں مقیم تھے اور مامون کی ولایت عہدی آپ کے ذمہ تھی، امام رضا علیہ السلام کے بھائی زید النار بھی خراسان میں تھے، زید خلافت اور حکومت حاصل کرنے کے درپے تھے جس کی وجہ سے مدینہ میں مامون کے خلاف بغاوت کردی لیکن مامون نے ان کی بغاوت کو کچل دیا اور زید کو گرفتار کرلیالیکن چونکہ اس دور میں مامون کی مجبوری تھی کہ وہ امام رضا علیہ السلام کی عزت وآبرو اور حرمت کا خیال رکھے لہٰذا آپ کی دلجوئی کے لئے زید کو قتل یا قید میں ڈالنے سے پرہیز کیا۔

---

[1] ۔ مدرک بالا

ایک دن جب محفل سجی اور کافی لوگ اکٹھا ہوئے تو امام رضا علیہ السلام نے ان کے درمیان خطبہ دیا، وہیں ایک گوشہ میں زید کچھ لوگوں کو اپنے پاس جمع کر کے ان سے باتیں کرنے میں مشغول ہو گئے، ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی اولاد اور سادات کے فضل و شرف کی توضیح دے رہے تھے اور بیان کر رہے کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی اولاد خدا کے منتخب بندے ہیں، خدا ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا، وہ سب کے سب اہل نجات اور جنتی ہیں اور ان پر جہنم حرام ہے۔۔۔

جب جناب زید یہ باتیں کر رہے تھے تو اچانک امام رضا علیہ السلام ان کی باتوں کی طرف متوجہ ہوئے اور بلند آواز سے زید کو مخاطب کیا اور غضبناک ہو کر انہیں گھورا جس سے پوری محفل میں کھل بلی مچ گئی۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: اے زید! کوفہ کے سبزی فروشوں کی بات پر تمہیں یقین ہو گیا اور اس وقت ان باتوں کے ذریعہ عام لوگوں کے کان بھر رہے ہو، یہ کیا باتیں ہیں جسے لوگوں کو بتا رہے ہو اور یہ بات جو تم نے کہی کہ خداوند عالم نے اولاد فاطمہ علیہا السلام کو جہنم سے محفوظ رکھا ہے تو اس سے مراد بی بی کے بلا فصل اولاد یعنی امام حسنؑ و حسینؑ اور آپ کی دونوں بیٹیاں ہیں۔

اگر تمہاری بات درست ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی اولاد منتخب ہیں اور ان کا حساب و کتاب جدا ہے اور ہر صورت میں وہی اہل نجات اور سعادتمند ہیں تو پھر تم خدا کی بارگاہ میں اپنے والد ماجد حضرت موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام سے زیادہ مقرب اور عزیز ہو، اس لئے کہ انہوں نے دنیا میں خدا کے حکم کی اطاعت اور اسے زندہ و نافذ کیا، انہوں نے ساری رات عبادت اور دن روزہ میں کاٹ دیئے، لیکن تم

نے خدا کے حکم کی نافرمانی اور تمہارے قول کے مطابق دونوں اہل نجات اور سعادتمند ہیں تو ایسی صورت میں تم ان سے زیادہ کامیاب ہو، اس لئے کہ حضرت موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام نے عمل کیا اور سعادتمند ہوئے اور تم نے عمل نہ کرکے سعادتمند ہوئے۔

حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام فرماتے تھے: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیتؑ کی اولاد دوسروں کے مقابلے میں نیکیوں کا دوبرابر اجر پائیں گی اور اگر برے کام کئے ہوں گے تو انہیں دوبرابر عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا بالکل اسی طرح کہ جیسے قرآن کریم نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کے سلسلہ میں فرمایا ہے، اس لئے کہ ہمارے خاندان میں سے جو بھی نیک کام انجام دے گا تو وہ گویا دو کام کرتا ہے ایک یہ کہ اس نے دوسروں کی طرح ایک نیک کام کیا ہے اور دوسرے یہ کہ اس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیثیت اور آبرو کی حفاظت کی ہے، اسی طرح جو گناہ اور معصیت کرتا ہے، اس نے گویا دو گناہ کئے ہیں؛ ایک یہ کہ اس نے دوسروں کی طرح نافرمانی اور معصیت کی ہے اور دوسرے یہ کہ اس نے اس نافرمانی کے ذریعہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آبرو سے کھلواڑ کیا ہے۔

اس کے بعد امام رضا علیہ السلام عراق سے تعلق رکھنے والے حسن بن موسی اور شاء بغدادی کی طرف متوجہ ہوئے جو اس وقت اسی محفل میں موجود تھے اور

فرمایا: اہل عراق اس آیہ شریفہ کی کیونکر تلاوت کرتے ہیں: انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح،[1]

عرض کیا: یاابن رسول اللہ ﷺ! بعض لوگ معمول کے مطابق تلاوت کرتے ہیں یعنی انہ عمل غیر صالح کی صورت میں تلاوت کرتے ہیں یعنی یہ تمہارا بیٹا، نیکو کار بیٹا نہیں ہے۔

لیکن بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ خداوند ہر گز کسی بھی پیغمبر کے بیٹے کو اپنے قہر و غضب کا نشانہ نہیں بنا سکتا لہٰذا مذکورہ آیت کی تلاوت اس طرح کرتے ہیں: انہ عمل غیرِ صالح؛ یعنی وہ ایک برے انسان کا بیٹا ہے، وہ تمہارا بیٹا نہیں ہے۔[2]

ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جس شخص پر خدا کا عتاب ہوا تھا وہ حقیقت میں جناب نوح علیہ السلام کا بیٹا نہیں تھا، اس لئے کہ خدا نے گواہی دی ہے: اے نوح! وہ تمہارا بیٹا نہیں ہے اس لئے کہ اگر وہ تمہارا بیٹا ہوتا تو میں ضرور ہلاکت اور عذاب سے اسے نجات دیتا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ایسا ہر گز نہیں ہے، وہ شخص جناب نوح علیہ السلام کا بیٹا اور ان کی صلب سے تھا لیکن برا ہونے اور خدا کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے اس کا جناب نوح علیہ السلام سے معنوی رشتہ ختم ہو گیا جس کی وجہ سے جناب نوح علیہ

[1]۔ شہید دستغیب، گناہان کبیرہ، ج۱، ص۴۷۶

[2]۔ قرآن کریم، سورہ ہود، آیہ ۴۶

السلام سے خطاب ہوا: یہ تمہارا بیٹا غیر صالح اور نیکوکار نہیں ہے، جس کی وجہ سے اسے نیکوکاروں سے نہیں قرار دیا جاسکتا۔

ہم خاندان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی حال ایسا ہی ہے، بنیادی چیز معنوی رشتہ، نیک اور خدا کی اطاعت و فرمانبرداری ہے، جو بھی خدا کی اطاعت کرے وہ ہم اہل بیتؑ سے ہے گرچہ وہ ہماری نسل سے نہ ہو اور کوئی خونی رشتہ نہ پایا جاتا، اسی طرح جو بھی گنہگار ہوگا وہ ہم سے نہیں ہے وہ خواہ ہماری حقیقی اولاد ہی کیوں نہ ہو اور اس کا تعلق حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی اولاد سے کیوں نہ ہو، یہی حال تمہارا بھی ہے کہ تمہارا ہم سے کوئی نسلی اور خونی رشتہ نہیں ہے لہٰذا اگر خدا کی اطاعت کروگے تو تمہارا شمار اہم اہلبیتؑ سے ہوگا۔[1]

امام رضا علیہ السلام نے مذکورہ بیان کے ذریعہ اپنے شیعوں اور چاہنے والوں کو ایک گرانقدر اور بے مثال درس دیا ہے، یہ کلام قیامت تک شیعوں کے لئے دستور العمل ہونا چاہئے تاکہ ہر حال میں نیکی کے راستے پر گامزن رہیں اور ہر دور میں اپنے امامؑ کی مرضی کو تلاش کرتے رہیں۔

● ● ●

معمر بن خلاد کہتے ہیں: جب بھی امام رضا علیہ السلام غذا تناول کرنے کا ارادہ فرماتے تو اپنے دستر خوان کے پاس ایک بڑا ظرف رکھتے اور دستر خوان پر جتنی قسم کی غذائیں ہوتیں، ہر ایک میں سے بہترین حصہ سے ایک مقدار لیتے اور اسے ظرف

---

[1] علامہ مجلسی، بحار الانوار، ج۱۰، ص۶۵

میں رکھتے اس کے بعد حکم دیتے کہ اسے فقرا اور مساکین کے درمیان تقسیم کردیا جائے، اس کے بعد آیہ مبارکہ کی تلاوت فرماتے: جنت میں جانے والے اصحاب یمین وہ لوگ ہیں جو خدا کی راہ میں غلاموں کو آزاد کرتے ہیں، یتیموں اور مسکینوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

اور امام علیہ السلام یہ بھی فرماتے: خداوند عالم کو خوب معلوم تھا کہ ہر انسان غلام آزاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا لہٰذا ایک آسان اور سہل راستہ بھی فراہم کیا تاکہ اس کو انجام دینے کے ذریعہ جنت میں داخل ہوسکیں اور وہ آسان کام فقرا اور مساکین کو خدا کی رضا کے لئے کھانا کھلانا ہے۔[1]

● ● ●

جناب موسی ابن سیار سے نقل ہوا ہے: میں ایک سفر میں امام رضا علیہ السلام کے ساتھ ایک سفر میں تھا یہاں تک کہ ہم شہر طوس کی دیواروں سے نزدیک ہوگئے کہ اچانک ہم نے شہر سے نالہ و شیون کی آواز سنی، امام علیہ السلام اس آواز کی سمت روانہ ہوگئے، پس میں بھی امام علیہ السلام کی معیت میں پیچھے پیچھے چل پڑا، ایک گھر کے پاس پہنچے جس کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور اس میں زمین پر ایک شخص کا جنازہ پڑا ہوا تھا جس پر اس گھر کے لوگ نالہ و شیون کررہے تھے، امام علیہ السلام گھوڑے سے پیادہ ہوئے اور اس جنازے کے پاس بیٹھ گئے اور اس کے لئے دعا کی، اس کے بعد میری

۱۔ شیخ عباس قمی، منتہی الامال، ص ۸۶۴

طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا: اے موسیٰ! جو بھی ہمارے چاہنے والوں کے جنازے کی مشایعت کرے، خدااس کے گناہوں کو معاف کردیتاہے۔

کچھ دیر بعد اس محلّہ لوگ پہنچے، جنازے کو اٹھایااور قبرستان کی طرف چل پڑے، ہم بھی جنازے کے ساتھ ساتھ چل پڑے، جب جنازے کو قبرکے پاس رکھا گیا توامام علیہ السلام جنازے سے نزدیک ہوئے اور فرمایا: اے فلاں ابن فلاں ! تجھے جنت کی بشارت ہو کہ اس کے بعد تجھے نہ کسی قسم کا خوف لاحق ہوگااور نہ ہی کوئی وحشت ہوگی۔

جب تدفین ہو گئی اور جملہ امور سے فراغت حاصل ہوئی تو میں نے امام علیہ السلام سے سول کیا: کیونکرآپ اس جنازے سے واقف تھے جب کہ اس سے پہلے آپ نے ہر گزاسے نہیں دیکھااور اس سے پہلے ہر گزآپؑ نے خراسان کا کوئی سفر نہیں کیا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے چاہنے والوں اور شیعوں کے اعمال برابر ہمارے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، جب ہم ان کے اعمال میں کوئی کوتاہی اور گناہ مشاہدہ کرتے ہیں توخدا سے اس کی بخشش کی دعا کرتے ہیں اور جب اس کے نامہ اعمال میں کوئی نیکی مشاہدہ کرتے ہیں توخداوند عالم سے دعا کرتے ہیں کہ اس کی جزا کو زیادہ سے زیادہ کردے۔[1]

● ● ●

---

[1]۔ مدرک بالا، ص ۸۶۷

امام رضا علیہ السلام جس قدر مومنین مفقرا، مساکین، بے سہارا اور مستضعف لوگوں کے لئے مہربان اور روؤف تھے اتنا ہی ظالموں، ستمگروں اور جفاکاروں کے لئے سخت تھے، ہر گز انہیں دست درازی اور ظلم و ستم کی اجازت نہیں دیتے اور ہر گز انہیں جاہ طلبی، تجاوز اور آمریت کی اجازت نہیں دیتے۔

ایک دن مامون کا وزیر فضل بن سہل امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا لیکن کھڑا رہا اور تقریبا اس کے کھڑے ہوئے ایک گھنٹہ گذر گئے یہاں تک کہ امام علیہ السلام نے سر اقدس بلند کیا اور اس سے سوال کیا: کیا کام ہے؟

عرض کیا: میرے مولا! مامون نے میرے لئے یہ دو نوشتہ لکھے ہیں اور اس میں میرے نام بہت سا مال و دولت اور زمین و جائیداد کیا ہے، آپؑ اسے کہیں زیادہ سخی اور سخاوت کے حقدار ہیں، میں امیدور ہوں کہ آپؑ اس سے زیادہ یا کم از کم اس کے مطابق مجھے عطا فرمائیں تا کہ میں مسلمانوں کے ولیعہد کی عطاؤں سے سرافراز ہو جاؤں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: مامون کے نوشتہ کو پڑھو دیکھوں کیا لکھا ہے۔

فضل بن سہل نے کھڑے کھڑے مامون کے نوشتہ کو امام علیہ السلام کے سامنے پڑھا، جب وہ پڑھ چکا تو امام علیہ السلام نے اسے مخاطب کیا اور فرمایا: اے فضل! جب تک تم خداوند عزوجل کی مخالفت اور اس کی نافرمانی سے پرہیز نہیں کرتے تب تک کے لئے میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ مامون نے جو کچھ تمہیں عطا کیا ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور لطف اندوز ہوتے رہو۔

حقیقت میں امام علیہ السلام نے اپنے اس جملہ کے لئے ذریعہ فضل بن سہل کی خود پسندی کو توڑ دیا اور اسے خیال باطل سے دور کر دیا، یہ سن کر فضل امام رضا علیہ السلام کی خدمت سے اجازت چاہی اور نامراد واپس لوٹ گیا۔[1]

● ● ●

محمد بن داؤد روایت کرتے ہیں: میں اپنے بھائی کے ساتھ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں تھا کہ قاصد آیا اور اس نے خبر دی کہ امام علیہ السلام کے چچا جناب محمد بن جعفرؑ کا انتقال ہو گیا ہے (یعنی ان پر احتضار کا عالم طاری ہے)۔

امام علیہ السلام فوراً کھڑے ہوئے اور اپنے چچا کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے ، ہم بھی امام علیہ السلام کی معیت میں روانہ ہو گئے، جب ہم ان کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ محمد بن جعفرؑ بستر بیماری پر ہیں، دوسری طرف امام علیہ السلام کے ایک دوسرے چچا جناب اسحاق بن جعفرؑ اپنے بچوں اور آل ابوطالبؑ کے ساتھ بالین پر بیٹھے گریہ کر رہے ہیں۔امام علیہ السلام بھی اپنے چچا کے بستر کے پاس بیٹھ گئے اور ان کے چہرے کی طرف دیکھا اور مسکرائے، پھر اٹھے اور گھر سے باہر آ گئے۔

جناب اسحاق، ان کے بچے اور بقیہ حاضرین امام علیہ السلام کی مسکراہٹ سے بہت ناراض ہوئے اور چہ میگوئیاں کرنے لگے: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوالحسنؑ کو اپنے چچا کی موت سے بڑی خوشی ہوئی ہے۔

---

[1] ۔ مدرک بالا، ص ۸۶۷

ہم بھی امام علیہ السلام کی معیت میں گھر سے باہر آگئے اور مسجد تک امام علیہ السلام کے ساتھ ساتھ رہے، نماز کا وقت ہو چکا تھا لہٰذا امام علیہ السلام اقامہ نماز کی تیاری میں مشغول ہوگئے، ہم نے وہاں لوگوں کی جو باتیں سنی تھیں، امام علیہ السلام کو ان سے آگاہ کر دیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میرا مسکرانا چچا اسحاق کے رونے کی وجہ سے تھا اس لئے کہ وہ میرے چچا محمد بن جعفرؑ سے پہلے فوت کریں گے اور جناب محمد بن جعفرؑ ان پر گریہ کریں گے۔

اس پیشنگوئی کو ابھی کچھ مدت ہوئی تھی کہ جناب محمد بن جعفرؑ بستر بیماری سے بلند ہوئے، لیکن جناب اسحاق بن جعفرؑ بیمار ہوئے اور اسی بیماری میں اس دنیا سے رخصت ہوگئے اور اس طرح امام علیہ السلام کی پیشنگوئی پوری ہوئی۔[1]

● ● ●

جناب ابو حبیب بناجی کہتے ہیں: ہماری بستی میں ایک مسجد تھی جہاں ہر سال فریضہ حج ادا کرنے والے حاجی مکہ سے لوٹتے وقت اترتے اور آرام کرتے، ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اس مسجد میں تشریف لائے ہیں اور محراب کے پاس ایک چٹائی پر تشریف فرما ہیں، آپؐ کے سامنے کھجوروں سے بھری ایک سینی رکھی ہوئی ہے، میں آپؐ کی خدمت میں پہنچا، سلام کیا اور آداب حضور بجا لائے، آپؐ نے مجھے اس سینی سے ایک مٹھی کھجور اٹھائی اور مجھے عنایت کی، جب میں نے انہیں شمار کیا

---

[1]۔ مدرک بالا، ص ۸۷۳

تو وہ اٹھارہ تھیں۔ خواب سے بیدار ہوا اور اس کی تعبیریوں کی کہ اس کے بعد میں کل اٹھارہ سال عمر کروں گا۔

کچھ دن بعد مجھے خبر دی گئی کہ امام رضا علیہ السلام ہماری بستی سے گذرنے والے ہیں ، اس خبر کے عام ہوتے ہوئے بستی کے سارے لوگ امام رضا علیہ السلام کے استقبال کے لئے روانہ ہوگئے، امام رضا علیہ السلام ہماری بستی میں تشریف لائے اور مستقیم اسی مسجد میں تشریف لے گئے، میں بھی امام علیہ السلام کے ساتھ ساتھ مسجد میں گیا، دیکھا کہ آپؑ محراب کے پاس بالکل اسی جگہ تشریف فرما ہوئے جہاں خواب میں رسول اللہ ﷺ کو تشریف فرما دیکھا تھا، آپؑ کے سامنے بھی کھجوروں سے بھری ایک سینی رکھی ہوئی ہے، پس میں آگے بڑھا اور سلام کیا، امام علیہ السلام نے میرے سلام کا جواب دیا، پھر مجھے اپنے پاس بلایا، میں نزدیک ہوا ، حضرتؑ نے کھجوروں کی سینی کی طرف دست مبارک دراز کیا اور مجھے کھجوروں کی ایک مقدار اٹھا کر عطا کی ، جب اسے شمار کیا تو دیکھا وہ اٹھارہ ہیں ، میں نے عرض کیا: یابن رسول اللہ ﷺ ! مجھے اور بھی عنایت کریں۔

فرمایا: اگر میرے جد رسول اللہ ﷺ نے تمہیں اس سے زیادہ عنایت کیا ہوتا تو میں ضرور دیتا۔[1]

● ● ●

[1] ۔ مدرک بالا

جناب عبد اللہ بن محمد ہاشمی کہتے ہیں: جب امام رضا علیہ السلام زہر دغا سے شہید کر دئے گئے تو میں ایک دن مامون کے پاس پہنچا، مجھے مامون نے اپنے پاس بٹھایا اور بقیہ حاضرین کو باہر کر دیا، اس کے بعد حکم دیا کہ دستر خوان لگایا جائے، ہم نے کھانا کھایا، اس کے بعد مامون مجھ سے مخاطب ہوا اور کہا: اے عبد اللہ! ابھی تک مجھے بنی عباس اور میرے خاندان والے صرف اسلئے میری ملامت کرتے ہیں کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد بنایا تھا، جب کہ مجھے آپؑ کے وہ علوم و معارف اور قدرت و طاقت اندازہ ہے اور معلوم ہے جس سے بہت سے لوگ بے خبر ہیں اور انہیں نہیں معلوم کہ آپؑ کن علوم الٰہی اور معارف کے حامل تھے۔

● ● ●

جناب محمد بن فضیل سے روایت ہوئی ہے: میں سال مکہ میں عرفہ کے دن امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں تھا جس دن ہارون نے آل برامکہ پر غضب کیا، امام رضا علیہ السلام نے سر اقدس بلند کیا اور بارگاہ الٰہی میں دعا کرنے لگے، جب آپؑ دعا سے فارغ ہوئے تو میں نے سوال کیا: آپؑ خدا بارگاہ میں کیا دعا کر رہے تھے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں نے آل برامکہ پر لعنت بھیجی تھی اس لئے کہ انہوں نے میرے والد ماجد پر بہت ظلم و ستم کیا تھا، خدا نے آج میری دعا قبول کر لی ہے۔ اس کے بعد میں امام علیہ السلام کے ساتھ منیٰ میں تھا کہ یحییٰ برمکی کو دیکھا کہ وہ ہمارے سامنے سے اپنے خاندان کے بزرگوں کے ساتھ گذرا، جب امام رضا علیہ السلام کی نگاہیں اس پر پڑیں، فرمایا: یہ مسکین، بیچارے اور بے سہارا لوگ ہیں جنہیں نہیں معلوم کہ اس سال ان کے سر پر کیسی بلائیں نازل ہونے والی ہیں۔

اس کے بعد فرمایا: اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ میں اور ہارون ان دو انگلیوں کی طرح ایک ساتھ ہوں گے۔

اس واقعہ کو ابھی کچھ ہی دن گذرے تھے کہ آل برامکہ پر غضب ہوا، جعفر برمکی کو ہارون نے قتل کروادیا، یحییٰ برمکی کو اتنا قید خانہ میں رکھا کہ وہ وہیں مرگیا اور اس خاندان کے بقیہ لوگ یا قتل کردئے گئے یا دربدر کردئے گئے اور ان کا سارا مال و اسباب ہارون نے ضبط کروالیا۔ اس سے بھی زیادہ عجیب یہ ہے کہ جب امام رضا علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو آپؑ کو ہارون کی قبر کے پاس دفن کیا گیا، اس طرح امام رضا علیہ السلام کی پیشنگوئی ثابت ہوئی۔[1]

● ● ●

جناب غفاری کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ابو رافع کے خاندان سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کا میں مقروض تھا، اس نے اپنا قرض واپس لینے کے لئے مجھ سے بہت اصرار کیا اور سختی سے کام لیا، لیکن میرے پاس اس کا قرض ادا کرنے کے لئے کوئی پیسہ نہیں تھا جس کی بابت میں بہت رنجید و ملول ہوا اور راہ چارہ تلاش کرنے لگا، ایک روز صبح جب نماز صبح ادا کرنے کے لئے مسجد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گیا ہوا تھا، نماز کی ادائیگی کے بعد سیدھے امام رضا علیہ السلام کے بیت الشرف کی طرف روانہ ہوگیا، جب آپؑ کے گھر سے نزدیک ہوا تو دیکھا کہ آپ اپنی سواری پر تشریف فرما کہیں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں، لہٰذا آپؑ کی خدمت میں کچھ عرض کرنے سے حیا کی،

---

[1]۔ مدرک بالا، ص ۸۸۰

امام علیہ السلام مجھ سے نزدیک ہوئے، سلام کیا، میں نے امام علیہ السلام کے سلام کا جواب دیا۔

آپؑ نے فرمایا: مجھ سے کوئی کام تھا؟

عرض کیا: میں آپؑ کے ایک غلام کا مقروض ہوں، اس وقت اسے اپنا قرض چاہیئے اور بہت اصرار کر رہا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: یہیں ٹھہرو، میں ابھی آتا ہوں۔ میں وہیں بیٹھا رہا، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور مغرب کی اذان ہو گئی، میں اٹھا، نماز مغرب ادا کی اور دوبارہ وہیں پہنچا، اس دن میں روزہ سے تھا، بھوک سے برا حال تھا، اب میں امام علیہ السلام کے نہ آنے مایوس ہونے لگا تھا کہ اچانک حضرتؑ کو دیکھا کہ سوار چلے آرہے ہیں، امام علیہ السلام کے ساتھ کافی لوگ تھے، امام علیہ السلام بیت الشرف کے دروازے پر سواری سے اترے، جو لوگ آپؑ کے ساتھ آئے تھے وہ ایک ایک کر کے رخصت ہوتے رہے، گھر کے باہر بھی کچھ فقیر بیٹھے ہوئے تھا، امام علیہ السلام نے ان سب کو صدقہ دیا اور وہ لوگ بھی خوش و خرم وہاں سے چلے گئے، آخر میں اکیلا رہ گیا۔

امام علیہ السلام بیت الشرف میں داخل ہوئے، تھوڑی دیر بعد دوبارہ باہر آئے اور مجھے آواز دی، میں نزدیک ہوا اور سلام کیا، امام علیہ السلام نے مجھے گھر کے اندر آنے کی دعوت دی، امام علیہ السلام کی معیت میں گھر کے اندر گیا، آپؑ نے دستر خوان بچھانے کا حکم دیا، میں نے اپنا روزہ افطار کیا، افطار کے بعد مجھے مخاطب کیا اور فرمایا: جس فرش پر بیٹھے ہو اسے ہٹاؤ، جب میں نے اسے ہٹایا تو دیکھا کہ وہ سونے سکے ہیں، امام علیہ السلام نے فرمایا: اسے اٹھالو۔

میں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے انہیں ایک تھیلی میں رکھا، امام علیہ السلام نے اپنے چار غلاموں کو حکم دیا کہ وہ میرے گھر پہنچنے تک میری ہمراہی کریں اور حفاظت سے پہنچادیں۔

عرض کیا: آپؑ پر قربان جاؤں، مدینہ کے محافظین راتوں میں شہر کی حفاظت کرتے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ لوگ مجھے آپؑ کے غلاموں کے ساتھ دیکھ لیں اور میری لئے کوئی مشکل پیش آجائے۔

امام علیہ السلام نے میری بات کی تصدیق کی اور غلاموں کو حکم دیا کہ میں جہاں تک مناسب سمجھوں وہ میرے ساتھ رہیں اس کے بعد واپس لوٹ جائیں۔

میں نے امام رضا علیہ السلام کا شکریہ ادا کیا اور گھر واپس آگیا، جب ان سکوں کو شمار کیا وہ اڑتالیس دینار تھے جب کہ میں صرف اٹھائیس دینار کا مقروض تھا، اسی اثنا میری نگاہ ایک نوشتہ پر پڑی، جب اسے اٹھایا اور پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا: اس شخص کا تمہارے اوپر قرض اٹھائیس دینار ہے اور بقیہ تمہارا ہے۔

میں نے امام علیہ السلام سے اپنے قرض کی مقدار نہیں بیان کی تھی لیکن آپ میرے قرض سے واقف تھے، لہٰذا اس بات سے بہت مسرور ہوا کہ آپؑ اپنے چاہنے والوں اور شیعوں کے حالات سے بخوبی باخبر ہیں، اس بابت میں نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔[1]

---

[1]۔ مدرک بالا، ص۸۸۱

امام اور زمانے کے حکمراں

امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہا السلام نے اپنے دور میں بنی عباس کے تین خلفا ہارون الرشید، اس کے دونوں بیٹے امین اور مامون کو دیکھا، جس میں دس سال آپؑ نے ہارون الرشید کی حکومت کا دور دیکھا، پانچ سال امین اور پانچ سال مامون کی حکومت میں اپنی زندگی بسر کی۔

امام رضا علیہ السلام نے اپنے والد ماجد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بعد اپنی امامت اور تبلیغ دین کو آشکار کیا اور کسی خوف و ڈر کے بغیر امت اسلامی کی رہبری کی باگ ڈور سنبھالی، ہارون کے زمانے میں سیاسی حالات اس قدر خطرناک تھے کہ آپؑ کے بعض صحابی آپؑ کی جسارت اور ہارون سے بے پرواہی کی نسبت خوفزدہ تھے اور انہیں آپؑ کی جان سے خوف لاحق رہتا تھا۔

جناب صفوان بن یحییٰ کہتے ہیں: امام رضا علیہ السلام ساتویں امامؑ کی شہادت کے بعد تبلیغ دین کے لئے کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اور کھلم کھلا تبلیغ دین میں مشغول تھے، کچھ ایسی باتیں کہیں جن سے مجھے آپؑ کی جان کو خطرہ لاحق ہوتا نظر آیا،

لہٰذا میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ نے بہت بڑی بات کہی ہے، جس کی وجہ سے ہمیں ہارون کی طرف سے آپؑ کی جان کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔

فرمایا: وہ جتنی چاہے کوشش کرے لیکن اس کا ہاتھ ہر گز مجھ تک نہیں پہنچ سکتا۔[1]

محمد بن سنان کہتے ہیں: جب ہارون زندہ تھا، ایک دن میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ نے امر امامت کو آشکار کر دیا ہے اور اپنے والد ماجد کی ذمہ داریوں کے عہدہ دار ہو گئے ہیں، جس کی وجہ سے مجھے ہارون کی تلوار سے خوف لاحق ہو گیا ہے کہیں وہ آپؑ کو نقصان نہ پہنچائے۔

فرمایا: مجھے جس چیز نے اس قدر نڈر اور ہارون سے بے خوف بنا دیا ہے وہ پیغمبر اکرم ﷺ کا فرمان ہے: اگر ابو جہل میرے سر سے ایک بال بھی بیکا کر سکا تو میں پیغمبر نہیں ہوں اور میں یہی بات اپنے لئے کہتا ہوں کہ اگر ہارون نے میرے سر کا ایک بال بھی بیکا کر دیا تو میں امام نہیں ہوں۔[2]

امام رضا علیہ السلام نے جیسا فرمایا بالکل ویسا ہی ہوا اس لئے کہ ہارون کو اجل نے اتنی فرصت نہیں دی کہ وہ آپؑ کو کوئی نقصان پہنچا پاتا، اس لئے کہ ایران میں بغاوت کو کچلنے کے لئے وہ مجبور ہو گیا کہ اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ خراسان کی جانب روانہ ہو، وہ اسی سفر میں بیمار ہوا اور ۱۹۳ھ ق میں بیماری کی وجہ سے شہر سناباد طوس میں

---

[1] ۔ شیخ کلینی۔ اصول کافی، ج۱، ص ۴۸۷

[2] ۔ مدرک بالا، ج۸، ص ۲۵۷

وفات پائی اور وہیں دفن کیا گیا، حقیقت میں جس جگہ اسے دفن کیا گیا وہ اسی کے ایک وزیر حمید بن قحطہ کا باغ تھا۔

ہارون کی موت کے بعد خلافت و حکومت کے مسئلہ پر اس کے دونوں بیٹے امین اور مامون میں جنگ چھڑ گئی، جب کہ ہارون نے اپنے بعد امین کو اپنا خلیفہ بنایا تھا اور خراسان کی حکومت کو مامون کے سپرد کیا تھا، لیکن ہارون کی وفات کے بعد امین نے اپنے بھائی مامون کو ۱۹۴ھ ق میں اپنی ولیعہدی سے معزول کر دیا اور اس کی جگہ اپنے بیٹے موسیٰ کو ولیعہد بنادیا۔[۱]

ان دونوں بھائیوں کے درمیان طولانی جنگ ہوئی یہاں تک کہ ۱۹۸ھ ق امین قتل کر دیا گیا اور مامون ایرانیوں اور اپنے سردار طاہر ذوالیمینین کی مدد سے پوری خلافت پر قابض ہو گیا۔

امام رضا علیہ السلام نے دونوں بھائیوں کی جنگ اور ایک دوسرے سے جنگ و جدال کی فرصت سے بہت فائدہ اٹھایا اور پورے اطمینان سے اپنے چاہنے والوں کی تعلیم و تربیت میں مشغول ہو گئے۔

مامون تمام خلفائے بنی عباس کے درمیان سب سے زیادہ چالاک اور ذہین تھا، اس سے پہلے آنے والے خلفا قدرت و طاقت اور ظلم و جبر کے ذریعہ حکمرانی کرتے تھے اور تلوار کے زور پر بہت سی سرزمینوں کو فتح کیا، ہارون کے دور میں اسلامی سرزمین کی حدود اس قدر وسیع و عریض تھیں کہ کہتے ہیں ایک دن ہارون نے سورج

---

[۱]۔ ابن اثیر، الکامل، ج۶، ص ۲۲۷

کو بلند آواز سے خطاب کیا: اے سورج! اپنی تابانیاں جاری رکھ کہ جہاں تیری روشنی پہنچے گی وہ میری سرزمین ہوگی اور اے بادلو! جہاں چاہو برسو اس لئے کہ جہاں بھی برسوگے میری زمینوں کی آبیاری ہوگی۔

مامون تمام خلفائے بنی عباس کے درمیان استثنائی شخصیت کا مالک تھا، پڑھا لکھا تھا، فقہ واصول، منطق و فلسفہ اور شعر وادب پر اسے کافی عبور حاصل تھا بلکہ اپنے دور کے بعض دانشوروں اور علماء سے مناظرہ بھی کیا کرتا تھا، البتہ وہ جملہ علوم و معارف کو اپنے سیاسی اہداف کو حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا کرتا تھا ورنہ اس کا علم اس کی اسلامی احکام و معارف سے پابندی کا موجب نہ بن سکا اور بنی عباس کے دیگر خلفا کی طرح فسق و فجور اور ظلم و جبر کرنے میں کم نہیں تھا، بس اس میں اتنا فرق تھا کہ وہ احتیاط کرتا تھا اور لوگوں کو فریب دینے کے لئے مکر و فریب اور حیلہ سے بھی کام لیتا تھا بلکہ اپنی حکومت کی بنیادوں کو مضبوط بنانے کے لئے اس دور کے فقہاء کو بلاتا اور ان سے بحث و گفتگو کرتا اور سیاسی معاملات بھی ان سے مشورے لیتا۔

اس لئے کہ یحییٰ ابن اکثم جیسا فاسق و فاجر قاضی مامون کا ہمدم اور ہمنشین تھا جس کے ذریعہ مامون کی رذالت اور فسق و فجور کا پتہ چلتا ہے، یحییٰ ابن اکثم اپنے دور میں لوگوں کے درمیان ایک فاسق و فاجر شخص کے عنوان سے معروف و مشہور تھا اور ہم یہاں پر اس کی کرتوتوں کو بیان کرنے سے شرم محسوس کرتے ہیں، ایسے شخص کو مامون نے اپنا ہمدم بنایا تھا بلکہ امت اسلامی کا قاضی القضاۃ بنادیا تھا اور حکومتی معاملات میں اس سے مشورے لیتا۔

بہر حال مامون کے دور میں علم و دانش کو بظاہر فروغ ملا، مختلف شہروں سے دانشوروں کو بغداد دعوت دی جاتی، علم و علما کے لئے مامون نے بغداد میں جو شرائط اور حالات فراہم کر دیئے تھے، اس کی وجہ سے جوق در جوق علما و دانشور حضرات چلے آرہے تھے، درس و بحث اور مناظرہ کی محفلیں سجی رہتیں اور مختلف علوم کے بازاروں میں بڑی رونق ہوا کرتی تھی۔

اس کے علاوہ مامون ہمیشہ اس تگ و دو میں لگا رہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح شیعوں اور امام رضا علیہ السلام کے چاہنے والوں کو اپنی طرف متوجہ کرے اور انہیں اپنا گرویدہ بنالے، جیسے کہ وہ اکثر و بیشتر محفلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کے لئے حضرت علی علیہ السلام کو ہر ایک سے زیادہ اولیٰ اور برتر سمجھتا تھا اور باغ فدک جسے گذشتہ حکومتوں نے غصب کر لیا تھا اسے علویوں کے سپرد کر دیا اور ان سے کافی مہر و محبت سے پیش آتا اور ان پر اپنے لطف و کرم کی بارشیں کرتا۔[1]

مامون اپنی ذہانت و ہوشیاری کی وجہ سے ہارون کے ظلم و ستم اور لوگوں میں اس کے خلاف نفرت و دشمنی کی آگ کو ہر قسم کے انقلاب اور بغاوت کے لئے خاموش کر دینا چاہتا تھا اور ہر قیمت پر انہیں اپنا گرویدہ بنانا چاہتا تھا تاکہ آسانی سے خلافت کی سواری پر بیٹھا رہے لہٰذا وقت اور حالات کی وجہ سے وہ مجبور تھا کہ اپنے باپ کے ظلم و ستم کا مداوا کرے اور ایسے نیک امور انجام دے کہ دنیا والے اور مسلمان یہ سمجھیں کہ وہ بقیہ خلفا سے الگ اور بگڑے ہوئے امور کو سلجھانا چاہتا ہے۔

---

[1]۔ سیوطی، تاریخ الخلفا، ص ۲۸۴ و ۳۰۸

امام رضاؑ کی ولایت عہدی

جب مامون اپنے بھائی کے قتل سے فارغ ہوااور پوری طرح مسند حکومت پر قبضہ کرلیا تو اس کے لئے سیاسی حالات بہت خطرناک ہوچکے تھے اس لئے کہ عباسیوں کی خلافت کا مرکز یعنی بغداد اس کے لئے بالکل ناامن تھا، عباسی بغداد میں امین کی خلافت کے طرفدار تھے اور کسی بھی حال میں مامون کی خلافت کو شہر مرو میں اپنی مصلحتوں کے لئے بہتر نہیں سمجھتے تھے، اس کے علاوہ ہارون کی وفات کے بعد مامون کے لئے دوسرا عظیم خطرہ علویوں کی بغاوت کا اندیشہ تھا اسلئے کہ ۱۹۹ھ ق میں علویوں کی محبوب شخصیت محمد بن ابراھیم طباطبا نے ابوالشرایا کی مدد سے قیام کیا اور بعض دیگر علویوں اور شیعوں نے عراق اور دیگر سرزمینوں پر علم بغاوت بلند کردیا تھا، انہوں نے دونوں بھائیوں کی چپقلش اور لڑائی جھگڑے سے فائدہ اٹھایا اور بغاوت کے ذریعہ بعض شہروں پر مسلط ہوگئے، مامون کے ابتدائی دور حکومت میں کوفہ سے یمن تک کی تمام سرزمینیں بغاوت کا شکار تھیں، مذکورہ تمام شورشوں کو دبانے کے لئے مامون نے انتھک کوشش کی اور انہیں ختم کرنے میں وہ کامیاب بھی ہوا۔

اسی طرح اسے یہ خطرہ بھی لاحق تھا کہ کہیں ایرانی قوم علویوں کی مدد کے لئے قیام نہ کر بیٹھے اس لئے کہ اس وقت ایرانی قوم خلافت کا حقدار حضرت علیؑ اور اولاد

علیؑ کو جانتی تھی اس لئے کہ عباسیوں نے بنی امیہ کی حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے اسی بات کو اپنا نعرہ بنایا اور امیر المومنین حضرت علی اور آپ کی آل پاک علیہم السلام کی طرفداری میں انہیں اپنے ہمراہ لے کر بنی امیہ کو تہس نہس کیا تھا۔

مامون ایک مکار اور چالاک انسان تھا لہٰذا اس نے امام رضا علیہ السلام کو اپناولیعہد بنایا تاکہ اس کی حکومت کی لرزتی بنیادیں مستحکم ہوسکیں اس لئے کہ اسے خوب معلوم تھا کہ امام رضا علیہ السلام کو اپناولیعہد بنانے کے بعد کم از کم علویوں کے قیام اور ان کی بغاوت سے محفوظ ہوجائے گا اور انہیں اپنا موافق بنانے اور ایرانیوں کو اپنی خلافت سے نزدیک کرنے میں بہت موثر رہے گا۔

ایسے حالات و شرائط میں امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد بنانا سیاسی مصلحت کے علاوہ اور کیا ہوسکتا تھا اس لئے جو شخص خلافت کی طمع میں اپنے بھائی کو نہ بخشے اور اسے قتل کردے، کسی بھی قسم کے فسق وفجور سے شرم نہ کرے اچانک پینترا بدلے اور کھلم کھلا دینداری و دیانت کا مظاہرہ کرے اور خلافت و حکومت سے دستبردار ہوتے ہوئے امام رضا علیہ السلام کو مستحق قرار دیتے ہوئے اپناولیعہد بنالے، اس مدعا کی بہترین دلیل امام رضا علیہ السلام کا ولی عہدی کے منصب کو ٹھکرانا اور اسے قبول نہ کرنا ہے اس لئے کہ اگر مامون ظاہر کی طرح باطن میں بھی امام رضا علیہ السلام کا موافق تھا تو ایسی صورت میں ہرگز امام رضا علیہ السلام اس کی درخواست کو نہ ٹھکراتے اس لئے کہ تنہا امام معصومؑ کی ذات اقدس ہے جس میں مسلمانوں کی رہبری اور خلافت کی باگ ڈور سنبھالنے کی لیاقت اور طاقت پائی جاتی ہے۔

تاریخ نے اس کی منحوس سازش کے درپردہ بے شمار وقائع اور حوادث نقل کئے ہیں جن سے اس کی منحوس نیت کا پتہ چلتا ہے، ہم ان میں سے چند مورد کی طرف بطور خلاصہ اشارہ کرتے ہیں؛

۱۔ مامون نے امام رضا علیہ السلام کے آس پاس جاسوس چھوڑ رکھے تھے تاکہ امام رضا علیہ السلام کے افعال و کردار کی خبر لحظہ بہ لحظہ اسے دیتے رہیں، مامون کی اس حرکت سے اس کی منحوس نیت کا پتہ چلتا ہے کہ اسے ہرگز امام علیہ السلام کی ذات پر کوئی ایمان اور اطمینان نہیں تھا، روایت میں وارد ہوا ہے:

جناب ہشام بن ابراہیم راشدی امام رضا علیہ السلام کے ایک مقرب اور مورد اطمینان صحابی تھے، امام علیہ السلام اپنے بعض کام انہیں کے ذریعہ انجام دیتے لیکن جب امام شہر مرو تشریف لائے تو ہشام، مامون کے وزیر فضل بن سہل سے نزدیک ہوگئے اور اس طرح مامون سے بہت قریب ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ وہ امام رضا علیہ السلام کی کوئی بھی بات ان سے مخفی نہ رکھتے بلکہ سب کچھ بیان کردیتے، مامون نے ہشام کو اپنے اور امام علیہ السلام کے درمیان رابط بنادیا تھا، جس کی وجہ سے وہ جسے چاہتا امام رضا علیہ السلام سے ملاقات کی اجازت دیتا اور جسے نہ چاہتا اسے اجازت دینے میں بہت سخت گیری کرتا، ہشام کے اس رویہ کی وجہ سے امام علیہ السلام کے بقیہ صحابی سخت پریشان تھے اور خود امام رضا علیہ السلام اس کے ہوتے ہوئے

اطمینان سے ہر بات نہیں کہہ سکتے تھے اس لئے کہ وہ فوراً فضل بن سہل کو اس سے مطلع کر دیتا۔[1]

۲۔ جناب اباصلت مامون کی امام رضا علیہ السلام سے دشمنی کے متعلق کہتے ہیں: امام رضا علیہ السلام مختلف دانشوروں اور مختلف علوم و فنون کے ماہرین سے مناظرہ کرتے اور انہیں مغلوب کر دیتے جس کے بعد لوگ کہتے: خدا کی قسم! امام رضا علیہ السلام مامون سے زیادہ خلافت کے حقدار ہیں، اس بات کو مامون کے جاسوس مرتب اسے کے کان تک پہنچاتے اور اسے مطلع کرتے۔[2]

۳۔ جس زمانے میں امام رضا علیہ السلام خراسان میں مامون کے پاس تھے، جعفر بن محمد بن اشعث نے امام علیہ السلام کو پیغام بھیجا کہ اس کے خطوط کو مطالعہ کے بعد جلادیا کریں، تاکہ کہیں وہ دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائیں، امام علیہ السلام نے اس کو مطمئن کرتے ہوئے پیغام بھیجا کہ میں تمہارے خطوط کو مطالعہ کرنے کے بعد جلادیتا ہوں۔[3]

۴۔ جس زمانہ میں امام رضا علیہ السلام بظاہر مامون کے ولیعہد تھے، احمد بن محمد بزنطی کے خط کے جواب میں فرماتے ہیں: ...اور یہ کہ تم نے ملاقات کی درخواست کی ہے تو بتادوں کہ تمہارا میرے پاس آنا بہت دشوار ہے اور ان لوگوں نے

---

[1] ۔ علامہ مجلسی، بحار الانوار، ج۴۹، ص۱۳۹

[2] ۔ مدرک بالا، ص۲۹۰

[3] ۔ شیخ صدوق، عیون اخبار الرضا، ج۲، ص۲۱۹

میرے لئے حالات کو بہت دشوار بنا رکھا ہے لہٰذا تمہاری مجھ سے ملاقات ممکن نہیں ہے، انشااللہ عنقریب تمہیں ملاقات کا شرف حاصل ہوگا...۔[1]

۵۔ تمام اسناد و مدارک کے علاوہ خود مامون اپنے بعض مصاحبین اور قرابتداروں سے امام علیہ السلام کو ولیعہد بنانے اور ان کا تقرب حاصل کرنے کی درپردہ سازش سے باخبر کرتا اور اپنی منحوس نیت کا اعتراف کرتا تھا جس سے اس کی منحوس نیت کا پتہ چلتا ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے؛

مامون حمید بن مہران کے سوال پر جو اس کا مقرب تھا اور عباسی مسلسل امام رضا علیہ السلام کو ولیعہد بنانے پر اسے اپنی لعنت و ملامت کے نشانے پر لئے رہتے تھے کہتا ہے: ... یہ شخص ہم سے دور اور پوشیدہ تھا اور اپنے لئے لوگوں کو دعوت دیتا پس میں نے اپنا ولیعہد اس لئے بنایا کہ وہ میرے لئے لوگوں کو اپنی طرف بلائے اور ہماری خلافت و حکومت کا اقرار و اعتراف کرے اور اس کے چاہنے والوں کو یقین ہو جائے کہ جیسا وہ دعویٰ کرتے ہیں ویسے ہیں نہیں اور لوگوں کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ یہ خلافت جس کے دعویدار ہیں وہ حقیقت میں ہمارا حق ہے۔

ہم اس بات سے خوفزدہ تھے کہ اگر انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں تو کہیں وہ ہمارے لئے ایسا طوفان بپا نہ کردیں جسے ہم قابو میں نہ کرسکیں اور حالات ہمارے خلاف ایسا بنادیں کہ جس کے مقابلے کی طاقت ہم میں نہ ہو۔[2]

---

[1]۔ مدرک ص ۲۱۲

[2]۔ مدرک بالا، ص ۱۷۰

پس معلوم ہوا کہ مامون نے اگر امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد بنایا تو حسن نیت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس کے دل میں منحوس اور پلید ارادے خوابیدہ تھے اور اسے ایک سیاسی چال سمجھتے ہوئے انجام دیا تھا اس لئے کہ وہ ایک طرف جہاں امام علیہ السلام کو اپنا ولی عہد بنا کر انہیں اپنے رنگ میں ڈھال لینا چاہتا تھا تا کہ اس عنوان کے بعد ان کے زہد و ورع اور پرہیز گاری کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے اور امام علیہ السلام بدنام ہو جائیں وہیں اگر امام علیہ السلام مامون کی خواہش کے مطابق خلافت یا ولی عہدی کو قبول کر لیتے تو مامون کے حق میں بہت مفید تھا اور اس کھیل سے مامون کو بہت فائدہ پہنچتا۔

غور کریں؛ اگر امام رضا علیہ السلام خلافت کو قبول کر لیتے تو مامون یہ شرط باندھ دیتا کہ آپؑ کے بعد ولی عہد میں رہوں گا اور اس طرح اسے اپنی خلافت کی شرعی حیثیت حاصل کرلیتا اور پھر مکر و فریب کے ذریعہ امام علیہ السلام کو راستہ سے ہٹا دیتا اور اگر امام علیہ السلام مامون کی ولی عہدی کو جملہ شروط کے ساتھ قبول کر لیتے تو پھر بھی مامون کی حکومت کے استحکام کے لئے بہت مفید تھا اس لئے کہ اس طرح خود امام علیہ السلام کی ذات حکومت کی دست درازیوں اور ظالمانہ اقدامات میں شریک ہوتی

لیکن امام علیہ السلام نے سرچشمہ وحی سے سیراب ہونے کی وجہ سے اپنے لئے ایک تیسرا راستہ انتخاب کیا، ولایت عہدی کو قبول کرنے میں اگرچہ امام علیہ السلام مجبور ہوئے لیکن ایسی شرطیں پیش کردیں جس سے مامون اپنے مقصد می

کامیاب نہ ہو سکا اور حکومت کے ظلم و جبر اور اس کے غاصبانہ ہونے کی حقیقت برملا رہے۔

امام علیہ السلام کا اپنے شرائط کے ساتھ مامون کی ولی عہدی کو قبول کرنے سے نہ تنہا زہد و ورع کا دامن داغدار نہیں ہوا بلکہ لوگوں کے درمیان آپ کی محبوبیت پر بھی کوئی آنچ نہیں آئی بلکہ امام علیہ السلام کے اس اقدام سے لوگوں پر ایک اسلامی اور الٰہی رہبر کی خاص فراست و ذکاوت اور علم و فضل آشکار ہو جائے اور تمام اسلامی سرزمینوں تک امام علیہ السلام کے علم و فضل اور خداداد ی صلاحیتوں کا ڈنکا بجنے لگے۔

جیسا کہ ہم نے گذشتہ سطور میں بیان کیا؛مامون کو ہمیشہ اس بات کا خوف لاحق تھا کہ اس کے خلاف علوی قیام نہ کر بیٹھیں اس لئے کہ ان کے درمیان مخصوصا ایرانی قوم کے درمیان ایسے پرہیزگار اور دلاور مرد میدان انسان تھے جو اپنے الٰہی فریضہ پر ضرور عمل کرتے لہٰذا انہیں مہار کرنے کے لئے مامون نے ایک سیاسی چال چلی اور امام رضا علیہ السلام کو مدینہ سے شہر مرو کی طرف دعوت دی اور مسلمانوں کے درمیان یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ وہ امام اور علویوں کا دوستدار ہے۔

مامون سیاست کے میدان کا ایسا شاطر کھلاڑی تھا کہ بعض اوقات سادہ اور سیاست سے نابلد شیعہ حضرات اس کی چال میں پھنس جاتے اور آسانی سے اس کے فریب میں آجاتے لہٰذا امام علیہ السلام نے اپنے بعض دوستوں کو جن کے متعلق آپؑ کو خوف تھا کہ کہیں وہ مامون کی بظاہر دوستی اور سیاسی چال سے دھوکہ نہ کھا جائیں، فرماتے ہیں: اس کی باتوں پر بھروسہ نہ کرنا اور ہرگز اس کے فریب میں نہ آنا، خدا کی

قسم ! میرا قاتل مامون کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتا اور میں ایسے حالات میں صبر کرنے پر مجبور ہوں یہاں تک کہ خدا کا فیصلہ حتمی ہو جائے۔[1]

ہاں ! مامون نے امام رضا علیہ السلام کو ولی عہد بنانے کے لئے ۲۰۰ھ ق میں حکم دیا کہ امام رضا علیہ السلام کو مدینہ سے شہر مرو لایا جائے۔[2]

مامون کا مخصوص سفیر رجا ابن ضحاک کہتا ہے: مامون نے مجھے حکم دیا کہ مدینہ جاؤں اور علی ابن موسیٰ الرضا علیہما السلام کو شہر مرو لاؤں اور تاکید کی کہ پورے سفر میں شب و روز آپؑ کی حفاظت کروں اور اس امر میں ہرگز کوتاہی نہ برتوں اور نہ ہی کسی دوسرے کے سپرد کروں۔[3]

ایک دوسری جگہ اعتراف کرتا ہے: ہم مدینہ سے شہر مرو کے سفر میں جس شہرت میں بھی جائے لوگوں کا جم غفیر استقبال کے لئے امڈ پڑتا اور اپنے جملہ دینی مسائل معلوم کرتا، امام علیہ السلام ان کے سوالوں کے تسلی بخش جواب دیتے اور ان کے لئے اپنے والد ماجد اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب حدیثیں سناتے۔[4]

ابو ہاشم جعفری کہتے ہیں: رجا ابن ضحاک اہواز کے راستے سے امام علیہ السلام کو شہر مرو کی طرف لے جانا چاہتا تھا، جب وہ اپنا قافلہ لے کر اہواز پہنچا تو امام علیہ السلام کی تشریف آوری کی خبر سن کر میں خدمت میں پہنچا اور امام علیہ السلام کی

---

[1] ۔ بحار الانوار، ج۴۹، ص۱۸۹

[2] ۔ شیخ کلینی، اصول کافی، ج۱، ص۴۸۹

[3] ۔ عیون اخبار الرضا، ج۲، ص۱۷۸

[4] ۔ مدرک بالا، ص۱۸۱

بارگاہ میں یہ میرا پہلا موقع تھا کہ توفیق تشرف ملا تھا، میں نے اپنے آپ کو پہچنوایا، اس وقت بھرپور گرمی کا زمانہ تھا اور امام علیہ السلام اس سفر میں بیمار ہو گئے تھے، امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: میرے لئے ایک طبیب لاؤ۔

میں گیا اور امام علیہ السلام کے لئے ایک طبیب لایا، امام علیہ السلام نے طبیب کو ایک گیاہ کی خبر دی اور اس کے خواص سے باخبر کیا، طبیب نے عرض کیا: آپؑ کے علاوہ کوئی بھی اس گیاہ کو نہیں پہچانتا، کیونکہ آپؑ اس گیاہ کے خواص سے باخبر ہیں، یہ گیاہ اس موسم اور اس سرزمین میں موجود نہیں ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: پس لینکھ لاؤ۔

عرض کیا: لینکھ کو تہیہ کرنا اس گیاہ سے زیادہ دشوار ہے اس لئے کہ اس موسم میں وہ نہیں ہوتی اور اس کا تہیہ کرنا بہت دشوار ہے۔

فرمایا: یہ دونوں چیزیں تمہاری سرزمین پر موجود ہیں یہیں پر اور اسی موسم میں۔۔

اس کے بعد میری طرف اشارہ کیا اور طبیب سے فرمایا: اس شخص کے ساتھ جاؤ اور پانی کے فلاں ذخیرہ کو پار کرو، ایک خرمن دکھائی دے گا اس کے پاس ایک سیاہ فام آدمی کو پاؤ گے، اس شخص سے لینکھ اور اس گیاہ کے اگنے کی جگہ معلوم کرو، وہ تمہیں بتائے گا کہ یہ دونوں چیزیں کہاں ہیں۔

ہم امام علیہ السلام کی ہدایت کے مطابق اس جگہ پہنچے، لینکھ اور وہ گیاہ امام علیہ السلام کی خدمت میں لے آئے، اسے دیکھ کر آپؑ نے خدا کا شکر ادا کیا۔

اس ماجرے کے بعد طبیب نے مجھ سے سوال کیا: یہ شخص کون ہے؟

میں نے کہا: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا ہے۔

کہا: مجھے اس کے پاس انبیا علیہم السلام کے علوم کا ایک ذخیرہ دکھائی دے رہا ہے؟

میں نے کہا: ہاں ! تم نے صحیح دیکھا، میں نے بھی ایسے خارق العادہ امور دیکھے ہیں لیکن وہ پیغمبر نہیں ہے۔

سوال کیا: کیا وہ پیغمبر کا وصی ہے؟

جواب دیا: ہاں وہ پیغمبر کا وصی اور ان کا جانشین ہے۔

جب اس واقعہ کی خبر رجا بن ضحاک تک پہنچی تو اس نے فوراً اپنے دوستوں سے کہا: اگر کچھ دیر اور امام علیہ السلام اس شہر میں رہ گئے تو لوگ ان کے گرویدہ ہو جائیں گے۔

پس اس خوف سے اس نے قافلہ کے کوچ کا حکم دیا اور اہواز سے نکل گیا۔[1]

اس طرح امام علیہ السلام کا قافلہ ایران کے مختلف شہروں سے ہوتا ہوا شہر نیشاپور پہنچا، اس زمانے میں شہر نیشاپور ایک بڑا شہر تھا اور دور دور تک اس کا بول بالا تھا، ایک خاتون جس کے دادا کے گھر امام علیہ السلام نے قیام کیا تھا، کہتی ہیں: جب امام رضا علیہ السلام شہر نیشاپور پہنچے تو محلّہ لاشاباد میں میرے دادا پسندہ کے گھر سواری سے پیادہ ہوئے، میرے دادا کو اس لئے کہ پسندہ کہا جانے لگا کہ امام رضا علیہ السلام نے میرے دادا کے گھر کو اقامت کے لئے انتخاب اور پسند کیا تھا۔

---

[1]۔ بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۱۱۸

امام رضا علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے گھر کے ایک کونے میں بادم کاایک درخت لگایا، امام علیہ السلام کی برکت سے وہ ایک سال کے اندر تناور درخت میں بدل گیااور اس میں بادام کی کونپلیں ظاہر ہو گئیں، لوگ اس درخت کے بادام شفا کی غرض سے لیتے اور جو بھی بیمار بھی شفا کے لئے اس درخت کے بادام کھاتا اسے ضرور شفا ملتی۔[1]

امام رضا علیہ السلام کے عظیم صحابی جناب اباصلت کہتے ہیں: میں امام رضا علیہ السلام کے ساتھ تھاجب نیشاپور سے شہر مرو کی طرف کوچ کرنا چاہاتو خاکستری رنگ کے خچر پر سوارے ہوئے ،اس خچر کی لجام کو محمد بن رافع، احمد بن الحرث، یحیٰ بن یحییٰ، اسحاق بن راھویہ، علما اور فقہا کی ایک جماعت نے تھام رکھا تھا، چاروں طرف علما کا مجمع تھا، امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ کو آپ کے اجداد طاہرین کا واسطہ دیتے ہیں ہمیں اپنے اجداد کی کوئی حدیث سنائیں جسے خود آپؑ نے ان سے سنا ہو۔

امام رضا علیہ السلام نے اپنا سر اقدس محمل سے باہر نکالا اور فرمایا:

میرے والد ماجد نے فرمایا جو خدا کے شائستہ اور نیک بندے تھے ، ان کے والد ماجد حضرت جعفر بن محمد الصادق ، ان کے والد ماجد حضرت محمد بن علی الباقر، انہوں نے اپنے والد ماجد علی بن الحسین سید العابدین، انہوں نے جنت کے جوانوں کے سردار حضرت حسین ،انہوں نے اپنے والد ماجد علی ابن ابی طالب سے نقل کیا کہ

---

[1] ۔ شیخ صدوق، عیون اخبار الرضا، ج۲، ص۱۳۱

فرمایا: میں نے پیغمبر اکرم ﷺ سے سنا کہ آپؐ نے فرمایا: خدا کے فرشتہ جبرئیل نے خبر دی کہ خداوند عالم فرماتا ہے: میں تنہا خدا ہوں اور میرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، میری عبادت کرو، جو بھی خلوص کے میری وحدانیت کی گواہی دے گا وہ میرے قلعہ میں داخل ہو جائے گا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہو جائے گا تو وہ عذاب سے محفوظ رہے گا۔[1]

ایک دوسری روایت جسے اسحاق بن راہویہ نے بیان کی ہے جو اس وقت مجمع میں موجود تھے اور واقعہ کے عینی شاہد تھے، بیان کرتے ہیں: جب امام رضا علیہ السلام نے خداوند عالم کا قول نقل کیا: مین یکتا خدا ہوں اور میرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، جو بھی میری وحدانیت کی گواہی دے گا وہ میرے قلعہ میں داخل ہو جائے گا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہو گیا وہ عذاب سے محفوظ رہے گا..." اس کے بعد تھوڑی دور آگے بڑھے دوبارہ ہمیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: لیکن اس کی کچھ شرطیں ہیں اور میں ان شرطوں میں سے ایک شرط ہوں۔[2]

یعنی جو ایمان خدا کے عذاب سے امان کا باعث ہے اس کی کچھ شرطیں ہیں جن میں سے ایک ائمہ معصومین علیہم السلام کی ولایت کو قبول کرنا سب سے اہم شرط ہے۔

---

[1]۔ مدرک بالا، ص ۱۳۳

[2]۔ مدرک بالا، ص ۱۳۴

تاریخ کی دوسری کتابوں میں درج ہوا ہے: جب امام رضا علیہ السلام مذکورہ مشہور و معروف حدیث نقل فرمائی نیشاپور اور آس پاس کے دیہاتوں سے ایک کثیر مجمع امڈ پڑا تھا کہ اور اپنے امامؑ کی زیارت کے شوق میں پورا مجمع گریہ وزاری و نالہ و شیون کر رہا تھا اور وہاں گریہ وزاری کا ایسا ماحول بن گیا تھا کہ حدیث بیان کرنے کا کوئی موقع نہیں تھا یہاں تک کہ اسی حال میں کئی گھنٹے گذر گئے یہاں تک کہ علما اور فقہا نے بلند آواز سے لوگوں کو مخاطب کیا: اے لوگو! سنو اور پیغمبر ﷺ کی عترت کو اذیت نہ دو، خدارا! تھوڑی دیر خاموش ہو جاؤ....۔

یہاں تک کہ جب نالہ و شیون کی آواز تھمی اور امام رضا علیہ السلام کو مشہور حدیث بیان کرنے کا موقع ملا تو چوبیس ہزار قلم اور دوات گہر بار کلمات کو ضبط تحریر کرنے کے لئے تیار ہوئے۔[1]

تاریخ میں اس حدیث کو "سلسلۃ الذہب" کہا جاتا ہے اس لئے کہ اس حدیث کے تمام راوی ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں۔

ہروی کہتے ہیں: جب امام رضا علیہ السلام نیشاپور سے باہر آگئے اور مقام "دہ سرخ" میں پہنچے جو مشہد سے چھ فرسنگ کے فاصلے پر واقع ہے تو امامؑ کی خدمت میں عرض کیا گیا: ظہر کا وقت ہو چکا ہے، کیا یہیں پر نماز ادا ہوگی؟

یہ سن کر امام رضا علیہ السلام اپنی سواری سے پیادہ ہوئے اور وضو کرنے کے لئے پانی طلب فرمایا لیکن وہاں کسی کے پاس کوئی پانی نہیں تھا، پس امام علیہ السلام

---

[1]۔ علامہ مجلسی، بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۱۲۷

نے اپنے دست مبارک سے زمین کے ایک مقام سے ایک مقدار خاک ہٹائی، وہاں ایک صاف وشفاف اور زلال چشمہ بہتا ہوا نظر آیا، اس چشمہ سے سبھی نے وضو کیا، یہ چشمہ ابھی تک جاری وساری ہے۔[۱]

جب ہم مقام " سنا باد" پہنچے تو امام علیہ السلام نے وہاں موجود ایک پہاڑ پر تکیہ کیا، اس پہاڑ کے پتھروں سے کھانے کے ظروف بنائے جاتے تھے، وہاں آپؑ نے فرمایا: خدایا! اس پہاڑ کو یہاں کے لئے برکت کا سبب قرار دے اور جو کچھ اس پہاڑ کے پتھروں سے بنے ظروف میں پکایا جائے، اس میں بھی برکت دے۔

اس کے بعد آپؑ نے حکم دیا کہ اس پہاڑ کے پتھروں سے بنی ہوئی دیگیں لائی جائیں اور آپؑ کا کھانا صرف اور صرف اسی میں آمادہ کیا جائے، امام علیہ السلام کا کھانا اور آپ کی خوراک بہت سادہ ہوا کرتی تھی۔[۲]

اس کے بعد امام رضا علیہ السلام وہاں سے چل پڑے اور شہر طوس، حمید ابن قحطبہ کے گھر قیام کیا، وہیں پر ہارون رشید کا مقبرہ بھی تھا، آپؑ اس کے مقبرہ کے پاس تشریف لے گئے اور اس کی قبر کے پاس ایک لکیر کھینچی اور فرمایا: یہ میری مٹی ہے اور اسی میں دفن کیا جاؤں گا اور اس جگہ کو خداوند عالم عنقریب ہمارے شیعوں اور دوستداروں کے لئے محل زیارت اور محل عبادت بنادے گا۔[۳]

---

[۱]۔ مدرک بالا، ص ۱۲۵

[۲]۔ مدرک بالا

[۳]۔ مدرک بالا

وہ مقام جس کی طرف امام رضا علیہ السلام نے اشارہ فرمایا تھا وہی مقام ہے جہاں اس وقت آپ کا روضہ اقدس اور ضریح مطہر واقع ہے۔

یہاں تک کہ امام رضا علیہ السلام شہر بہ شہر اور قریہ بہ قریہ ہوتے ہوئے شہر مرو پہنچے، مامون نے آپ کو ایک مخصوص اور دوسروں سے بالکل الگ تھلک مکان میں جگہ دی اور آپؑ کا بہت احترام کیا اور پر جوش استقبال کیا۔[1]

جب امام رضا علیہ السلام شہر مرو میں داخل ہوئے تو مامون نے پیغام بھیجا: میں خلافت سے ترک تعلق کرنا چاہتا ہوں اور اس کی باگ ڈور آپ کے حوالہ کرنا چاہتا ہوں، اس سلسلہ میں آپؑ کی رائے کیا ہے؟

امام رضا علیہ السلام نے اس کی درخواست کو ٹھکرادیا، اس نے دوبارہ پیغام بھیجا اور اپنی درخواست کو قبول کروانے کے لئے بہت اصرار کیا۔

جب اس نے تیسری مرتبہ اصرار کیا اور آپؑ نے اس کی درخواست کو شدت سے رد کیا تو اس نے آپؑ کے سامنے ولایت عہدی کے مسئلہ کو رکھا لیکن امام علیہ السلام نے اس کی اس درخواست پر بھی پانی پھیر دیا۔

تب مامون نے کہا: جب عمر اس دنیا سے جانے لگے تو انہوں نے خلافت کے لئے ایک چھ نفرہ کمیٹی اور شوریٰ بنائی جن میں سے ایک شخص آپؑ کے جد امجد حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے اور عمر نے اس کمیٹی کو حکم دیا تھا کہ جو بھی مخالفت کرے اس کی گردن مار دی جائے لہٰذا آپؑ کے پاس میری درخواست قبول

---

[1]۔ شیخ مفید، ارشاد، ص۲۹۰

کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے اور آپؑ اس مسئلہ میں مجبور ہیں اس لئے میرے پاس اب اس کے علاوہ کوئی بھی چارہ کار نہیں ہے۔

مامون نے اپنے اس جملہ کے ذریعہ گویا امام رضا علیہ السلام کو موت کی دھمکی دی تھی اور امام علیہ السلام ولایت عہدی کو قبول کرنے پر مجبور کیا تھا، پس جب آپؑ نے ولایت عہدی کو قبول کرلیاتو فرمایا: میں ولایت عہدی کو قبول کرتا ہوں لیکن میری شرط یہ ہے کہ میں کوئی امر و نہی نہیں کروں گا، کسی بھی معاملہ میں قضاوت اور فتویٰ نہیں دوں گا، کسی کو نہ کسی منصب سے برخاست کروں گااور نہ ہی کوئی عہدہ سونپوں گا، کسی بھی کو تبدیل یا تغیر نہیں دوں گا۔

مامون نے امام رضا علیہ السلام کی ساری شرطیں منظور کرلیں۔[۱] اور اس طرح اس نے اپنی ولایت عہدی امام علیہ السلام کے سر پر تھوپ دی تاکہ اس طرح جہاں امام رضا علیہ السلام کی حرکات وسکنات کو تحت نظر رکھ سکے اور آپؑ بآسانی لوگوں کو دعوت نہ دے سکیں وہیں علویوں، شیعوں اور ایرانیوں کو مہار کرسکے اور اس طرح اپنی حکومت کی بنیادوں کو مضبوط و مستحکم بنا سکے۔

ریان بن صلت کہتے ہیں: ایک مرتبہ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا: یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک طرف آپ مامون کی ولایت عہدی قبول کرتے ہیں اور دوسری طرف دنیا سے بے رغبتی کا اعلان اور زہد و تقویٰ کا مظاہرہ کرتے ہیں، یہ دونوں چیزیں کیسے جمع ہو سکتی ہیں؟

---

[۱]۔ مدرک بالا

امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: خدا گواہ ہے کہ میں اس امر کو قبول کرنے پر مجبور تھا، حقیقت میں مجھے ولایت عہدی کو قبول کرنے اور قتل کے درمیان چھوڑ دیا گیا تھا لہٰذا میں جان کی حفاظت کے لئے اسے قبول کرنے پر مجبور ہو گیا... کیا تمہیں نہیں معلوم کہ حضرت یوسف خدا کے نبی تھے اس کے باوجود جب ضرورت کو محسوس کیا تو عزیز مصر کے خزانہ دار بن گئے؟ وہی حال اس وقت میرا ہے کہ میں وقت کی مصلحت کی بنا پر مجبور ہوں کہ مامون کی ولایت عہدی کو قبول کروں، اس کے علاوہ میں نے جس انداز میں ولایت عہدی کو قبول کیا ہے وہ گویا اسے قبول نہ کرنے کے برابر ہے (یعنی جو شرطیں میں نے اسے قبول کرنے کے لئے رکھی ہیں ان کے ہوتے ہوئے ولایت عہدی کا کوئی مطلب نہیں رہتا) میں خدا کی بارگاہ میں صرف اسی سے شکایت کرتا ہوں اور صرف اسی سے مدد مانگتا ہوں۔[1]

جناب محمد، عرفہ نامی شخص سے کہتے ہیں: میں نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: یابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپؑ نے کیوں ولایت عہدی کو قبول کیا؟

فرمایا: اسی دلیل کی وجہ سے مامون کی ولایت عہدی قبول کی جس دلیل کی وجہ سے میرے داد حضرت علی علیہ السلام چھ رکنی شوریٰ میں شامل ہونے پر مجبور ہوئے تھے۔[2]

---

[1] ۔ شیخ صدوق، عیون اخبار الرضا، ج۲، ص۱۳۸

[2] ۔ مدرک بالا، ص۱۴۱

امام رضا علیہ السلام کے خادم یاسر کہتے ہیں: جب امام رضا علیہ السلام نے مامون کی ولایت عہدی کو قبول کر لیا تو اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا اور دعا کی خدایا! تجھے خوب معلوم ہے کہ میں نے اس ولایت عہدی کو مجبور ہو کر قبول کیا ہے، پس اس امر کی وجہ سے میرا مؤاخذہ نہ کرنا، بالکل اسی طرح کہ تو نے اپنی نبی یوسفؑ سے مؤاخذہ نہیں کیا اس وقت جب انہوں نے عزیز مصر کی ولایت عہدی کو قبول کیا تھا۔[۱]

اسی طرح آپؑ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا جو آپ کی جانب سے ولایت عہدی کے قبول کئے پر بڑا خوشحال تھا: اتنی خوشی نہ مناؤ، اس لئے کہ یہ امر پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکے گا اور حالات ہرگز اسی طرح باقی نہ رہیں گے۔

حکومت وقت کی منحوس سازشوں اور بری نیتوں کے مقابلہ میں آپؑ کا موقف ہمیشہ آشکار اور منفی ہوا کرتا تھا، امام رضا علیہ السلام نے اگرچہ بظاہر مامون کی ولایت عہدی کو قبول کر لیا تھا لیکن عملی طور پر اسے قبول نہیں کیا تھا، اس لئے کہ اسے قبول کرنے سے پہلے آپؑ نے شرط عائد کر دی تھی کہ ہرگز حکومتی معاملات میں دخالت نہیں کریں گے اور ہرگز کوئی ذمہ داری قبول نہیں کریں گے، مامون نے بھی آپؑ کی ساری شرطیں قبول کر لی تھیں، اس کے باوجود ہمیشہ وہ اس تاک میں لگا رہتا تھا کہ کسی طرح امام رضا علیہ السلام کو بعض امور کی انجام دہی کے لئے اکسائے اور

---

[۱]۔ شیخ صدوق، امالی، ص ۷۲

انہیں مجبور کرے پس جب بھی وہ ایسا کرنا چاہتا تو اسے منھ کی کھانی پڑتی اور امام رضا علیہ السلام اسے شدت سے منع کردیتے اور ہرگز اسے کامیاب نہیں ہونے دیتے۔

معمر بن خلاد کہتے ہیں: ایک مرتبہ امام رضا علیہ نے مجھ سے نقل فرمایا: مامون نے مجھ سے درخواست کی میں اس کے سامنے اپنے کچھ معتمد لوگوں کے نام پیش کروں تاکہ ان شہروں کی ولایت ان کے سپرد کرسکوں جہاں بغاوت ہوچکی ہے لیکن میں نے اس کی درخواست کے جواب میں کہا:

اگر تم نے جن شرطوں کو قبول کیا ہے، وفا کروں تو میں نے تم سے جو عہد کیا ہے اس کو وفا کروں گا... میں نے امر ولایت عہدی کو اس شرط کے ساتھ قبول کیا تھا کہ ہرگز کو منصوب یا معزول نہیں کروں گا اور ہرگز تمہارا مشاور نہ بنوں گا یہاں تک کہ تمہارے درمیان سے چلا جاؤں، خدا کی قسم! خلافت ایک ایسی چیز ہے جس کے لئے ہرگز میں نے فکر اور طمع نہیں کی، جب میں مدینہ تھا تو جب چاہتا اپنی سواری پر سوار ہوتا اور لوگوں کے درمیان رفت وآمد کرتا، شہر والے میرے پاس اپنی حاجتیں لے کر آتے اور میں ان کی ضرورتوں کو پورا کرتا... میرے خطوط تمام شہروں میں مقبول اور مورد احترام تھے، تم نے اس اقدام کے ذریعہ جو کچھ خدا نے مجھے عنایت کیا ہے، اس میں اضافہ نہیں کیا ہے اور اگر کوئی نعمت مجھے دینا چاہو تو وہ بھی خدا کی جانب سے ہے جو مجھے عطا ہو رہی ہے۔

یہ سن کر مامون نے عہد کیا کہ اس نے جو شرطیں قبول کی ہیں ان پر پابند رہے گا۔[1]

جب امام رضا علیہ السلام مذکورہ تشریح کے بعد قبول کرلیا تو مامون نے اس صورتحال سے بھرپور سیاسی فائدہ اٹھانے اور لوگوں کو اپنی قلبی خوشی دکھانے کے لئے ایک محفل کا انعقاد کیا، جمعرات کا دن تھا کہ اس نے اپنے درباریوں کو طلب کیا، لیکن فضل بن سہل اس محفل سے باہر چلا گیا اور لوگوں کو امام رضا علیہ السلام کی ولایت عہدی سے باخبر کیا اور لوگوں کو مامون کا فرمان سنایا کہ سب کے سب سبز لباس جو علویوں کا لباس تھا، پہنیں اور دوسری جمعرات کو امام رضا علیہ السلام کے ہاتھوں پر بیعت کے لئے حاضر ہوں۔

معینہ روز رعیت، علما، قضات، فوج اور ان کے سپہ سالار سبز لباس میں بیعت کے لئے حاضر ہوئے، مامون تخت شاہی پر بیٹھا اور امام رضا علیہ السلام کے لئے بھی ایک مخصوص جگہ بنادی گئی تھی، اس مقام پر امام علیہ السلام اس حال میں تشریف فرما ہوئے کہ سبز لباس زیب تن کئے ہوئے تھے، سر پر عمامہ تھا اور کمر میں ایک شمشیر حمائل تھی، مامون نے اپنے بیٹے عباس کو حکم دیا کہ وہ سب سے پہلے امام رضا علیہ السلام کے ہاتھوں پر بیعت کرے، پس امام رضا علیہ السلام نے بیعت لینے کے لئے اپنے ہاتھوں کو اس طرح بڑھایا کہ ہتھیلی کی پشت امامؑ کی طرف تھی اور ہتھیلی بیعت کرنے والے کی طرف تھی۔

---

[1] ۔ شیخ صدوق، عیون اخبار الرضا، ج۲، ص۱۶۴

مامون نے کہا: آپؑ اپنا ہاتھ بیعت کے لئے کھولیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح بیعت کیا کرتے تھے۔

اس کے بعد لوگ آتے رہے اور بیعت کرتے رہے اور بیعت لینے کی کیفیت یہ تھی کہ آپؑ کا دست مبارک اوپر ہی رہتا، اس محفل میں درہم و دینار کی تھیلیاں تقسیم کی جارہی تھیں، پوری محفل میں ہر طرف شعرا اور خطبا امام رضا علیہ السلام کے فضائل اور مامون کے کارنامہ کی تعریف و تمجید کر رہے تھے۔

اس کے بعد مامون نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ بھی خطبہ پڑھیں اور لوگوں سے باتیں کریں۔

امام رضا علیہ السلام نے سب سے پہلے خدا کی حمد و ثنا کی اور حضار کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے تمہاری گردنوں پر ہمارا حق ہے، پس جب تم ہمارے حق کو ادا کردو گے تو ہم بھی تمہارے حق کو ادا کریں گے اور اس کا احترام کریں گے۔

اس کے بعد خاموش ہوگئے اور کچھ بھی نہیں کہا۔

اس کے بعد مامون نے حکم دیا کہ امام رضا علیہ السلام کے نام سے سکے ضرب کئے جائیں۔[1]

[1]۔ شیخ مفید، ارشاد، ص ۲۹۲

امام رضا علیہ السلام کی ولایت عہدی کی کم مدت میں جو اہم حادثہ پیش آیا اور حضرتؑ کی نورانی حیات میں بہت موثر رہی، نماز عید کا اقامہ کرنا تھا۔

مسلمانوں کی عید فطر یا عید قربان کے موقع پر مامون نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپؑ نماز عید پڑھا دیں، امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: ہم نے آپس میں جو شرط ایک دوسرے پر عائد کی ہے اس سے بخوبی باخبر ہو لہٰذا اس نماز کے اقامہ سے مجھے معذور سمجھو۔

مامون نے جواب دیا: میرا مطلب یہ ہے کہ اس کام کے ذریعہ لوگ میرے اقدام سے مطمئن ہو جائیں اور لوگوں پر آپ کی فضیلت آشکار ہو جائے۔

مامون کا قاصد کئی مرتبہ آیا اور گیا پس جب مامون نے اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے بہت اصرار کیا تو آخر میں امام علیہ السلام نے فرمایا: میں چاہتا تھا کہ مجھے اس کام سے معذور سمجھو لیکن اگر میری بات نہیں مانتے تو میں نماز عید کے اقامہ کے لئے مجبور ہوں، پس جان لو کہ میں نماز عید اقامہ کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی طرح باہر آؤں گا۔

مامون نے قبول کر لیا اور کہا: جس طرح چاہیں باہر تشریف لائیں، اس کے بعد اپنے درباریوں، سپہ سالاروں اور امراء کو حکم دیا کہ کل صبح امام رضا علیہ السلام کے دروازے پر حاضر ہو جائیں۔

دوسرے دن طلوع آفتاب کے بعد ہر گلی اور ہر راستہ نماز عید میں شرکت کرنے والے مشتاق لوگوں سے بھر گیا، یہاں تک کہ گھر کی پردہ نشیں عورتیں اور بچے بھی باہر آگئے، ہر ایک امام علیہ السلام کا منتظر تھا، تمام سپہ سالار اپنی ٹکڑیوں کے ساتھ

امام علیہ السلام کے دروازے پر صف باندھے کھڑے تھے، جب سورج طلوع ہوا تو امام نے غسل کیا، لباس پہنا اور کتان کا عمامہ اس طرح سر پر رکھا، اس کا ایک سرا سینہ اور دوسرا سرا سینہ پشت پر آویزاں تھا، خوشبو لگائی اور اپنے ہاتھ میں ایک عصا تھاما اور اپنے اصحاب سے فرمایا: جو میں کروں تم بھی وہی کرنا۔

پابرہنہ چل پڑے، شلوار اور کرتے کا دامن پنڈلی سے اوپر تھا، تھوڑی دور چلنے کے بعد ٹھہرے اور آسمان کی طرف سر بلند کرکے تکبیر کہی، امام کی ہمراہی کرنے والے جملہ افراد نے بھی تکبیر کہی...جب صدر دروازے پر پہنچے تو دوبارہ ٹھہر گئے۔

جب سپہ سالاروں نے امام رضا علیہ السلام کو اس حال میں دیکھا تو وہ اپنی سواریوں سے اتر گئے اور جوتیاں اتار کر پابرہنہ ہو گئے۔

وہاں امام علیہ السلام نے دوبارہ تکبیر کہی، پس امام علیہ السلام کے بعد پورے مجمع نے ایک ساتھ تکبیر کہی، یہ آواز فضا میں اس طرح گونجی کہ گویا ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ سب کے ساتھ آسمان و زمین بھی تکبیر کہہ رہے ہیں، اس کے ساتھ پورا ماحول معنوی ہو گیا، نالہ وشیون کی صدائیں بلند ہوئیں، اب جیسے ہی ماحول بدلا تو فضل بن سہل خائف ہوا اور مامون کو پیغام بھیجا کہ اگر ابوالحسنؑ اسی انداز میں عیدگاہ پہنچ گئے تو انقلاب آجائے گا اور ہمیں جان کے لالے پڑ جائیں گے، انہیں پیغام بھیجیں کہ وہ اپنے بیت الشرف پلٹ جائیں۔

مامون نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پیغام بھیجا: ہم نے آپؑ کو بہت زحمت دی لیکن اب اس سے زیادہ زحمت نہیں دینا چاہتے لہٰذا آپ بیت الشرف کی

طرف پلٹ جائیں اور ابھی تک جو نماز پڑھاتے آیا ہے وہی شخص آج بھی نماز ادا کرے گا۔

امام رضا علیہ السلام نے حکم دیا کہ آپؑ کی جوتیاں حاضر کی جائیں، جوتیاں حاضر کی گئیں، آپؑ نے پہنا اور اپنے مرکب پر سوار ہوگئے اور بیت الشرف واپس آگئے[1] اس طرح لوگوں کو مامون کی عوام فریبی اور حیلہ گری کا اندازہ ہوا اور انہیں یقین ہوگیا کہ وہ امام رضا علیہ السلام کے سلسلہ میں جو کچھ کہتا ہے وہ ریاکاری ہے اور انہیں اپنی سیاست کا ہتھکنڈہ بنا رکھا ہے۔

[1]۔ مدرک بالا۔ ص ۲۱۴

علم امامؑ

ہمارے ائمہ معصومین علیہم السلام نے ہر گز کسی مکتب میں زانوئے تلمذ تہہ نہیں کیا اور ہر گز کسی استاد کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے اس کے باوجود خداوند عالم کے علم و ارادے سے تمام علوم اور کائنات کی ہر مجہول اور نا معلوم چیز سے واقف اور اس کا پورا علم رکھتے ہیں، ان کے علوم کا سر چشمہ علم الٰہی کا بے کراں سمندر رہے، امام رضا علیہ السلام جس طرح اپنے علم کے ذریعہ دشمنوں کو خاموش اور ان کے علم و فہم پر مہر لگادیتے تھے اسی طرح علم و ایمان کے شیدائی اور مشتاق لوگوں کو مجذوب اور انہیں ہدایت کا راستہ دکھاتے تھے۔

مامون نے امام رضا علیہ السلام کے خلاف جو ریاکارانہ سیاست اپنائی تھی اس میں امامؑ کے خلاف کے ایک نئی سازش ترتیب دی تھی، اسے اسلامی سماج میں امام رضا علیہ السلام کی عظمت اور معنوی مقام سے بڑا رنج ہوتا تھا لہٰذا وہ علما اور دانشوروں سے مناظرے اور امام علیہ السلام کے علوم سے بہرہ مند ہونے کے بہانے امام علیہ السلام کے پیکر نازنین پر کاری ضرب لگانا چاہتا تھا تاکہ کسی نہ کسی طرح اسلامی سماج میں امام علیہ السلام کا مقام کم ہو جائے اور آپؑ کی حیثیت پر دھبہ لگ جائے لیکن جب بھی وہ یہ چال چلتا تو نہ تنہا امام کی عظمت اور معنوی مقام میں کمی نہ آتی بلکہ پہلے سے زیادہ مضاعف ہو جاتی، علمی محافل و مجالس میں امام علیہ السلام کا خدادادی علم اس طرح

درخشاں ہوا کرتا تھا کہ مامون جیسے رات کے چمگادڑ اس کی چکاچوند میں اندھے ہو جاتے اور ان کے وجود میں حسد کی آگ شعلہ ور ہو جاتی.

عالم تشیع کے عظیم و بے نظیر فقیہ اور محدث جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مامون مختلف علم و فکر اور گمراہ لوگوں کو دعوت دیتا اور ہمیشہ اس تگ و دو میں لگا رہتا کہ کسی طرح وہ امام علیہ السلام کو مغلوب کر سکے، امام علیہ السلام سے اس کے حسد کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی کہ وہ جب بھی کوئی چال چلتا اور سازش رچتا اس کو منہ کی کھانی پڑتی اور امام علیہ السلام کی فضیلت کے پہلو لوگوں کے سامنے زیادہ سے زیادہ آشکار ہو جاتے۔[1]

جناب نوفلی کہتے ہیں: مامون نے اپنے وزیر فضل بن سہل کو حکم دیا کہ تمام فرق و مذاہب کے سر براہوں جیسے جاثلیق، راس الجالوت، مجوسیوں کا سر براہ ہر بذاکر، ،نسطاس رومی اور متکلموں اور زر تشتیوں کو جمع کرے۔

جاثلیق عیسائیوں کا اسقف اعظم تھا، راس الجالوت یہودیوں کا سب سے بڑا عالم تھا، ہر بذ مجوسیوں کا سر براہ تھا، نسطاس ایک رومی طبیب تھا، صائبین جو ستارہ پرست یا فرشتہ پرست تھے ان کے دانشوروں اور علم کلام کے ماہرین کو اکٹھا کیا جو اس علم میں زبردست مہارت کے مالک تھے۔

فضل بن سہل نے مذکورہ تمام لوگوں کو بلالیا۔

---

[1]۔ علامہ مجلسی، بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۱۷۵

مامون نے امام رضا علیہ السلام کے امور کی دیکھ بھال کرنے والے یاسر سے پیغام بھیجا کہ اگر مائل ہوں تو ادیان و مذاہب کے سربراہوں سے کچھ گفتگو کر لیں، امام رضا علیہ السلام نے پیغام دیا کہ کل انشاء اللہ حاضر ہوں گے، جب یاسر واپس ہوئے تو امام علیہ السلام نے مجھ سے کہا: اے نوفلی! تم عراقی ہو اور عراقی قوم ہوشیار ہوتی ہے اس وقت مامون نے مشرکوں اور مختلف افکار و نظریات کے حامل سربراہوں کو جمع کیا ہے، تم اس کے اس اقدام سے کیا سمجھتے ہو؟

عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں، وہ آپؑ کا امتحان لینا چاہتا ہے اور آپؑ کے علم و دانش کی حد جاننا چاہتا ہے۔

فرمایا: کیا تمہیں یہ خوف لاحق نہیں ہے کہ وہ میری دلیلوں کو باطل کردیں؟

عرض کیا: ہرگز نہیں! خدا کی قسم! مجھے ہرگز ایسا کوئی خوف لاحق نہیں ہے بلکہ پوری امید رکھتا ہوں کہ خداوند عالم آپؑ کو ان سب پر کامیابی عنایت فرمائے گا۔

فرمایا: اے نوفلی! کیا جاننا چاہتے ہو کہ مامون کو کب اپنی اس غلطی کا احساس ہوگا؟

عرض کیا: ہاں! بالکل جاننا چاہتا ہوں۔

فرمایا: مامون اس وقت بڑا پشیمان ہوگا جب میں اہل توریت کو توریت، اہل انجیل کو انجیل سے، اہل زبور کو زبور سے، صائبین کو عربی زبان میں، ہربذ کو فارسی زبان میں، رومیوں کو رومی زبان میں اور اہل لغت کو خود ان کی زبان میں جواب دوں گا، جب ہر جماعت کو مغلوب اور ان کی تمام دلیلوں کو باطل کروں گا، یہاں تک

کہ وہ اپنی دلیل واپس لے لیں اور میری باتوں اور دلیلوں کی صحت کی تصدیق کردیں، اس وقت مامون کو پشیمان ہوگا اور اسے احساس ہوگا کہ جس مسند پر وہ بیٹھا ہے وہ اس کا حق نہیں ہے اور پھر اس کی پشیمانی کی کوئی حد نہیں رہے گی۔

اس کے بعد حضرت نے فرمایا: لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

دوسرے دن صبح کو امام رضا علیہ السلام ان کی محفل میں وارد ہوئے، سب سے پہلے یہودیوں کا عالم دین راس الجالوت آگے بڑھا اور عرض کیا: ہم توریت، انجیل، زبور اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں پر مشتمل دلائل و براہین کے علاوہ کسی اور بات کو نہیں مانیں گے۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہودی عالم دین راس الجالوت انجیل کو نہیں مانتا تھا لیکن اس کی باتوں سے واقف تھا لیکن اس نے پھر بھی انجیل کی شرط اس لئے لگائی تاکہ اس طرح امام رضا علیہ السلام کو عیسائیوں کے سامنے آزماسکے۔

امام علیہ السلام نے اس کی بات قبول کرلی اور ان کے سامنے توریب و زبور اور انجیل کے ذریعہ پیغمبر اکرم ﷺ کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے بھرپور استدلال کیا، ان سب نے آپؑ کی دلیلوں کی تصدیق کی، اسی طرح دیگر علما و دانشوروں سے مناظرہ کیا اور جب سب کو مغلوب اور اپنی فضیلت و برتری کا اقرار کروالیا تو فرمایا: اے لوگو! اگر اس کے بعد بھی تم میں سے کوئی شخص مجھ سے کوئی سوال کرنا چاہتا ہے تو وہ بغیر کسی وخوف خطر کے سوال کرسکتا ہے۔

علم کلام کا ماہر عمران صابی آگے بڑھا اور عرض کیا: میں نے صرف اس لئے سوال کرنے کی جرات کی ہے کہ آپؑ نے سوال کرنے کی دعوت دی ہے وگرنہ مجھے

سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ میں نے شہر کوفہ، بصرہ، شام اور جزیرہ کا سفر کیا ہے اور ہر جگہ علم کلام کے ماہرین سے بحث و گفتگو کی لیکن کوئی بھی ایسا فرد مجھے نہیں ملا جو مجھے خدا کی وحدانیت کے اثبات میں قانع کنندہ دلیل دے سکے اور میرے لئے خدا کی وحدانیت کو ثابت کرسکے۔

امام رضا علیہ السلام نے پوری تفصیل سے خدا کی وحدانیت کے سلسلہ میں دلیلیں پیش کیں اور ہر طرح سے خدا کی توحید کو ثابت کیا، عمران صابی آپؑ کی دلیلوں کے سامنے تسلیم ہوگیا اور عرض کیا: میرے مولا! میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ویسا ہی ہے جیسا آپ نے بیان فرمایا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے ہیں جو ایک سچے دین کے ساتھ مبعوث کئے گئے ہیں۔

عمران صابی یہ کہہ کر روبقبلہ ہوا اور سجدہ میں سر رکھ دیا اور اسلام کی حقانیت کا معترف ہو کر مسلمان ہوگیا۔

جب دیگر متکلموں نے عمران صابی کی بات سنی تو سب سے چپ سادھ لی، مجلس برخاست ہوئی، امام رضا علیہ السلام اور مامون گھر کے اندر چلے گئے اور حاضرین بھی اپنے اپنے گھروں کی طرف لوٹ گئے۔[۱]

---

[۱] ۔ شیخ صدوق، توحید، ص ۴۲۷

امام رضاؑ کی شہادت

مامون بغض و حسد کی آگ میں جلتے جلتے آخر کار امام رضا علیہ السلام کے قتل کا فیصلہ کر بیٹھا اس لئے کہ اسے پورا یقین ہو گیا تھا کہ وہ امام علیہ السلام کو اپنا سیاسی کھلونا نہیں بنا سکتا اور ہر گز اسے اپنی ناجائز خلافت و حکومت کا جواز نہیں مل سکتا۔

روز بہ روز اسلامی سرزمینوں پر امام رضا علیہ السلام کی فضیلت اور مرتبت کا ستارہ اقبال بلند تر ہوتا جا رہا تھا اور مامون اسلامی سماج میں مسلمانوں کے درمیان امام علیہ السلام کی روز افزوں عزت و وقار اور شان و شوکت کو روکنے کے لئے جتنی کوشش کرتا ناکام رہتا اور اسے پورا یقین ہو چکا تھا کہ زمانے کے گذرنے کے ساتھ امام علیہ السلام کی حقانیت روشن اور اس کی فریب کاری کا پردہ فاش ہوتا رہے گا، اس کے علاوہ عباسی خاندان اور ان کے ماننے والے مامون سے اس لئے ناراض تھے کہ اس نے امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد بنا رکھا تھا بلکہ انہوں نے اپنی مخالفت کو آشکار کرنے کے لئے بغداد میں مامون کے چچا ابراہیم کے ہاتھوں پر بیعت بھی کر لی تھی۔

مذکورہ تمام اسباب روز بہ روز مامون کے لئے خطرناک ہوتے جا رہے تھے لہذا پوشیدہ طور پر امام علیہ السلام کے قتل کی سازش میں مشغول ہو گیا یہاں تک کہ اس نے آپؑ کو زہر دے دیا تا کہ جہاں وہ بنی عباس اور ان کے طرفداروں کو اپنا بنا سکے

وہیں وہ امام رضا علیہ السلام سے چھٹکارا مل جائے، جب وہ امام رضا علیہ السلام کو شہید کر چکا تو بنی عباس کے نام ایک خط لکھا:

تم ہمیشہ مجھ پر تنقید کیا کرتے تھے کہ میں نے کیوں امام رضا علیہ السلام کو ولایتعہدی کا مقام دے دیا ہے، پس جان لو کہ اب وہ ہمارے درمیان نہیں ہیں پس میری اطاعت کرو۔[1]

مامون نے امام رضا علیہ السلام کو شہید کرنے کے لئے زہر کا استعمال اس لئے کیا کہ کسی کو یہ پتہ نہ چل سکے کہ اس نے امام علیہ السلام کو شہید کیا ہے، وہ لوگوں کو دھوکہ دینا چاہتا تھا اور اپنا جرم پوشیدہ رکھنے کے درپے تھا اگرچہ اس نے اس جرم کو چھپانے کی بھرپور کوشش کی لیکن ایسی حقیقت کہاں چھپنے والی تھی، امام علیہ السلام کے اصحاب، اقرباء اور مقربین کو اصل حقیقت کا پتہ چل گیا اور انہیں معلوم ہوگیا کہ مامون نے آپؑ کو زہر سے شہید کیا ہے۔

امام رضا علیہ السلام کے سب سے مقرب صحابی اباصلت ہروی امام علیہ السلام اور مامون کے درمیان اختلافات اور پھر قتل کی سازش سے پردہ اٹھاتے ہوئے اس طرح اصل ماجرا کو بیان کرتے ہیں:

احمد بن علی انصاری کہتے ہیں کہ میں نے اباصلت سے سوال کیا: یہ بات کیونکر قابل قبول ہے کہ مامون جو امام رضا علیہ السلام کی دوستی اور محبت کا بظاہر اقرار

---

[1]۔ طبری، التاریخ، ج۱۱، ص۱۰۳۰

کرتا تھا اور اس نے انہیں اپنا ولی عہد بنایا تھا، وہ خود آپؑ کے خلاف سازش سے آپؑ کو قتل کروائے؟

اباصلت کہتے ہیں: مامون چونکہ امام رضا علیہ السلام کے مقام و منزلت اور بزرگواری سے بخوبی واقف تھا لہٰذا ہمیشہ آپؑ کا احترام کرتا اور اس لئے آپؑ کو اپنا ولی عہد بنایا تاکہ دنیا والوں پر یہ بات واضح کرسکے کہ امام علیہ السلام دنیا دوست ہیں تاکہ اس طرح لوگوں کے درمیان آپؑ کی عظمت کم ہو جائے لیکن جب اس نے دیکھا کہ وہ اپنی اس چال میں ناکام رہا ہے اور آپؑ کے علم و زہد پر کوئی فرق نہیں پڑا ہے اور نہ ہی لوگوں نے آپؑ کی ذات سے تقوا و پرہیزگاری کے سوا کچھ دیکھا ہے بلکہ ان کے درمیان امام علیہ السلام کی منزلت بڑھتی جارہی ہے تو اس نے ایک دوسری چال چلی اور اس امید پر مختلف شہروں سے دانشوروں اور علما کو دعوت دی کہ شاید کسی ایک علمی مناظرہ میں آپؑ کو مغلوب کرسکے اور علما کے درمیان امام علیہ السلام کی آبروریزی ہو۔

مناظرہ کے دوران یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں، ستارہ پرستوں، برہمنوں، دنیاپرستوں اور کسی بھی جدل کرنے والے نے امام علیہ السلام سے گفتگو اور مناظرہ نہیں کیا مگر کہ وہ مغلوب رہا اور امام علیہ السلام نے اسے اپنی دلیلوں کے ذریعہ مغلوب کردیا، مامون اپنی سازش میں ناکام میں ہوگیا اور لوگ کہنے لگے: خدا کی قسم! امام علیہ السلام حقیقت میں مامون سے زیادہ خلافت کے سزاوار اور حقدار ہیں۔

جب مامون کے کارندوں نے لوگوں کی زبانی حرف و حدیث کو مامون کے کان میں ڈالا تو وہ آگ بگولہ ہوگیا اور اس کے بغض و حسد کی کوئی حد نہ رہی اور خود امام

علیہ السلام ہرگز مامون کے سامنے حق بات کرنے سے خائف نہیں ہوئے اور بہت بار ایسا ہوا کہ آپؑ نے وہ باتیں کیں جو مامون کو پسند نہیں تھیں، یہ تمام چیزیں مامون کے بغض و حسد اور خشم و غضب کو ہوا دینے اور اسے امام علیہ السلام کو درمیان سے ہٹانے پر اکساتی رہیں یہاں تک کہ جب وہ مطمئن ہو گیا کہ اس کا کوئی بھی حیلہ کارگر نہیں ہے تو اس نے امام علیہ السلام کو پوشیدہ طور پر زہر دے دیا۔[1]

جناب اباصلت جو ہمیشہ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں رہتے تھے اور آپؑ کے غسل و کفن میں شریک تھے کہتے ہیں: جب مامون بغداد کی جانب اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ روانہ ہوا تو شہر طوس میں پہنچ کر اس نے امام علیہ السلام کو انگور میں زہر دیا اور آپؑ کو شہید کر دیا۔[2]

امام رضا علیہ السلام کو شہادت کے بعد ہارون کے مقبرہ میں اس کی قبر کے آگے دفن کر دیا گیا، آپ کی شہادت ماہ صفر ۲۰۳ھ ق کے اواخر میں ہوئی تھی، اس وقت آپؑ کی عمر ۵۵ سال تھی۔

خدا اور اس کے انبیاء، صالحین علیہم السلام کا آپؑ کی روح پاک و مطہر پر ہزاروں درود سلام ہو۔

● ● ●

[1] ۔ شیخ صدوق، عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۲۴۱

[2] ۔ مدرک بالا، ص ۲۴۵

سکوت اور تاریخ کی تحریفات ہمیشہ ظالموں اور ستمگروں کے ظلم و ستم کی داستان کے آشکار ہونے میں رکاوٹ بنی رہی ہیں، اسی طرح مامون عباسی کے مظالم بھی آنے والے کے لئے اس قاعدہ سے مستثنی نہیں رہ سکے، مامون نے اپنی ذاتی خباثت اور مکر وفریب سے نہ تنہا امام رضا علیہ السلام کو زہر سے شہید کیا بلکہ اس نے امام علیہ السلام کے بہت سے وفادار، مقرب اور رشتہ داروں کو قتل اور انہیں مختلف شہروں، دیہاتوں اور دشت و بیابان میں دربدر کیا اور زندگی کو ان کے لئے اس قدر سخت اور دشوار بنادیا کہ ان میں سے ہر ایک غربت وافلاس، فاقہ کشی اور گمنامی و تنہائی کی زندگی گذارنے پر مجبور ہوئے، ان میں سے بعض شہید ہوگئے اور بعض اسی گمنامی میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے اور بعض ایسے تھے جن کی خبر آج تک موصول نہ ہوسکی کہ وہ بعد امامؑ کہاں چلے گئے اور ان کا کی سرنوشت کا کیا ہوا۔

امام رضاؑ کی نورانی باتیں

امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا گیا: خدا کیسا اور کہاں ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: بنیادی طور پر یہ سوال بالکل غلط ہے اس لئے کہ اس نے مکان بنایا ہے لیکن اس کا کوئی مکان نہیں ہے اور اس نے ترکیبات کو خلق کیا ہے اور وہ خود اس سے منزہ ہے پس اسے ترکیب اور مکان کے ذریعہ نہیں پہچانا جاسکتا اور حواس کے ذریعہ درک نہیں کیا جاسکتا اور ہرگز کسی چیز سے قیاس اور اس سے تشبیہ نہیں دی جاسکتی۔

سوال ہوا: کب خدا پیدا ہوا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ خدا کب نہیں تھا تاکہ میں یہ بتاسکوں کہ وہ کب سے تھا۔

سوال ہوا: کائنات کے حدوث کی دلیل کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم نہ تھے پھر پیدا ہوئے اور تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ تم نے اپنے آپ کو پیدا نہیں کیا ہے اور یہ بھی تمہیں خوب معلوم ہے کہ تم جیسے نے تمہیں پیدا نہیں کیا ہے۔

سوال ہوا: کیا یہ ممکن ہے کہ ہمارے لئے خدا کی تعریف وتوصیف کریں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جو خدا کو قیاس کے ذریعہ تعریف کرے وہ ہمیشہ اشتباہ اور گمراہی میں رہے گا اور جو کچھ بھی کہے گا وہ غلط ہوگا، میں اس کی تعریف و توصیف کسی ذہنی تصور اور دیدار کے بغیر ویسی ہی کروں گا جیسی اس نے خود کی ہے۔

خدا مخلوقات کے احساسات کے ذریعہ درک نہیں کیا جاسکتا۔

خدا کو لوگوں کے ساتھ قیاس اور ان سے تشبیہ نہیں دی جاسکتی۔

خدا تشبیہ کے بغیر قابل شناخت ہے۔

بلند و بالا مقام و عظمت کے باوجود ہر ایک سے نزدیک ہے، اس کے جیسا کسی کو نہیں بتایا جاسکتا اور ہرگز اس کی مخلوقات سے اس کے لئے مثل نہیں لائی جاسکتی، وہ فیصلہ کرنے اور حکم لگانے میں ہرگز کسی پر ظلم و ستم نہیں کرتا... بلکہ وہ اپنی آیتوں اور نشانیوں کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے۔[1]

سوال ہوا: کیا زمین حجت خدا اور امام کے بغیر رہ سکتی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ایک یہ زمین چشم زدن کے لئے حجت خدا اور امام سے خالی ہوجائے تو یہ زمین تمام اہل زمین کو نگل جائے گی۔

سوال ہوا: کیا امام عصرعج کے فرج کے سلسلہ میں کچھ باتیں بیان کرسکتے ہیں؟

[1]۔ مُسند امام الرضا، ج۱، ص ۱۰ تا ۴۷

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تمہیں نہیں معلوم کہ انتظار فرج، خود فرج ہے؟

عرض کیا: ہمیں نہیں معلوم مگر یہ کہ آپؑ ہمیں تعلیم فرمادیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! انتظار فرج، خود فرج ہے۔[۱]

سوال ہوا: ایمان اور اسلام کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے جواب دیا: امام محمد باقر علہ السلام فرماتے ہین: ایمان کا مرتبہ اسلام کے مرتبہ سے بلند ہے اور تقوا کا مرتبہ ایمان سے بلند ہے اور یقین کا مرتبہ ایمان کے مرتبہ سے بلند ہے اور لوگوں کے درمیان یقین سے بڑھ کر کوئی دولت تقسیم نہیں ہوئی ہے۔[۲]

سوال ہوا: یقین کیا ہے:

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند عالم پر توکل اور اس کے ارادہ کے سامنے تسلیم ہونا، اس کی قضا پر راضی رہنا اور اپنے تمام امور کو اس کے حوالے اور تفویض کرنا۔[۳]

سوال ہوا: عمل کو تباہ کر دینے والا عجب کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: عجب اور خود پسندی کے درجے ہیں؛ ایک درجہ یہ ہے کہ برے کام کو اس کی نظر میں اچھا کام دکھتا ہے اور اسے انجام دینے سے بڑا

---

[۱]۔ مدرک بالا، ص ۲۲۷

[۲]۔ مدرک بالا، ص ۲۵۸

[۳]۔ مدرک بالا

خوش ہوتا ہے اور یہ گمان کرنے لگتا ہے کہ اس نے بہت اچھا کام انجام دیا ہے، جیسے کہ ایک بندہ خدا پر ایمان لاتا ہے اور پر خدا پر منت رکھتا ہے جب کہ منت رکھنا صرف اور صرف خدا کا حق ہے۔[1]

سوال ہوا: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا سے کہا: میں چاہتا ہوں کہ قلبی طور پر مطمئن ہو جاؤں، تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں خدا کی نسبت میں دل میں کوئی شک و شبہ تھا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہر گز نہیں! حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا پر یقین تھا بلکہ آپؑ یہ چاہتے تھے کہ خدا ان کے یقین میں اور زیادہ اضافہ کر دے۔[2]

سوال ہوا: کیوں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو لوگوں نے ترک کر دیا اور ان سے دور ہو گئے اور آپ کے دشمنوں سے ملحق ہو گئے، جب کہ لوگوں کو بخوبی معلوم تھا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک آپؑ کا مرتبہ سب سے زیادہ اور فضیلت میں آپؑ کا کوئی ثانی نہیں ہے؟۔

فرمایا: امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام بعد رسولؐ اس لئے اکیلے رہ گئے اور لوگوں نے آپ کو تنہا چھوڑ دیا کہ آپؑ نے اسلام کے دفاع میں واقع ہونے والی جنگوں کے دوران انہیں لوگوں کے بہت سے بھائیوں، چچاؤں اور رشتہ داروں کو تہہ تیغ کیا تھا اور خدا و رسولؐ کی خاطر انہیں قتل کیا تھا، جو ان کی دشمنی اور بغض و حسد کا

---

[1]۔ مدرک بالا، ص ۲۸۵

[2]۔ مدرک بالا، ص ۳۱۵

باعث ہوا بنا تھا، لہٰذا وہ ہر گز یہ نہیں چاہتے تھے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام مسلمانوں کے سردار اور امیر بنیں اور انہیں دوسروں کے امیر بننے میں اعتراض نہیں تھا اس لئے کہ آپؑ کے علاوہ بقیہ حضرات رسول اللہ ﷺ کے نزدیک دشمنوں سے جہاد کرنے کے اعتبار سے اس عظیم منزلت کے مالک نہ تھے، اسی وجہ سے وہ لوگ امیر المومنین حضرت علیہ السلام سے روگردان ہوگئے اور آپؑ کے غیروں سے ملحق ہوگئے۔[1]

انتہائے کلام میں کلام امام کے مختصر نورانی کلمات کو بطور تبرک پیش کرتے ہیں تاکہ ہمارے لئے توشہ راہ اور چراغ رہنما بن سکیں؛

۔ہر شخص اپنی زبان کے نیچے نہاں ہوتا ہے پس جیسے ہی بولتا ہے پہچانا جاتا ہے۔[2]

۔انجام کار سے پہلے اس کی تدبیر اور عاقبت کے بارے میں غور و فکر پشیمانی سے بچاتی ہے۔[3]

۔بروں اور بدکاروں سے کی دوستی اور ہمنشینی نیکوکاروں اور سچے لوگوں سے بدگمانی کا باعث ہے۔[4]

۔خدا کے بندوں سے دشمنی آخرت کے لئے بہت برا توشہ راہ ہے۔[1]

---

[1] ۔ شیخ صدوق، عیون اخبار الرضا، ج۲، ص۸۱

[2] ۔ مسند امام الرضا، ج۱، ص۲۹۱تا ۲۹۴

[3] ۔ مسند امام الرضا، ج۱، ص۲۹۱تا ۲۹۴

[4] ۔ مسند امام الرضا، ج۱، ص۲۹۱تا ۲۹۴

۔جو شخص اپنی قدر و منزلت کو پہچان لیتا ہے وہ ہر گز ہلاک نہیں ہوتا۔[۲]

۔ہدیہ دلوں سے کینہ کو دور کر دیتا ہے۔[۳]

۔ قیامت کے دن وہ شخص مجھ سے بہت نزدیک ہوگا جو دنیا میں خوش اخلاق اور اپنے گھر والوں کی نسبت بہت مہربان رہا ہوگا۔[۴]

۔جو بھی کسی مسلمان فرد کے ساتھ خیانت کرے وہ ہم سے نہیں ہے۔[۵]

۔ مومن اسے کہتے ہیں جو غصہ کے وقت ہر گز حق کی ادائیگی کی رعایت کو فراموش نہیں کرتا۔[۶]

۔خدا فضول باتوں، مال کی بربادی زیادہ اور بے جا سوال کرنے کو پسند نہیں کرتا۔[۷]

۔لوگوں سے محبت نصف عقل ہے۔[۸]

---

[۱]۔ مسند امام الرضا، ج ا، ص ۲۹۱ تا ۲۹۴

[۲]۔ مسند امام الرضا، ج ا، ص ۲۹۱ تا ۲۹۴

[۳]۔ مسند امام الرضا، ج ا، ص ۲۹۱ تا ۲۹۴

[۴]. مدرک بالا، ص ۲۹۴ تا ۳۰۵

[۵]. مدرک بالا، ص ۲۹۴ تا ۳۰۵

[۶]. مدرک بالا، ص ۲۹۴ تا ۳۰۵

[۷]. مدرک بالا، ص ۲۸۵ تا ۲۹۰

[۸]. مدرک بالا، ص ۲۸۵ تا ۲۹۰

۔ تین کام بہت سخت ہیں؛ انصاف اور حق بات کہنا، اگرچہ خود اس کے خلاف کیوں نہ ہو، ہر حال میں خدا کو یاد کرتے رہنا، اور مال و دولت میں اپنے مومن بھائیوں سے مواسات کرنا۔[۱]

۔جب کوئی شخص سخاوت سے دوسروں کی آمادہ کردہ غذاؤں سے تناول کرتا ہے تو دوسرے لوگ بھی اس کی آمادہ کردہ غذاؤں سے تناول کرتے ہیں[۲].

۔ قرآن خداوند عالم کا کلام ہے، اسے مت بھولو اور ہدایت کو اس کے علاوہ تلاش مت کرو کہ گمراہ ہو جاؤگے۔[۳]

والسلام

[۱]. مدرک بالا، ص۲۸۵تا۲۹۰

[۲]. مدرک بالا، ص۲۹۴تا۳۰۵۸

[۳].مدرک بالا، ص۲۹۴تا۳۰۵۸

سیری کوتاه در زندگی
چهارده معصوم

۱۰

برگزیدگان

حضرت

امام رضا

علیه السلام

برای نوجوانان